رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

الحکم

چہ گویم باتو گرائی پہادر قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

(ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی)

قیمت پیشگی

نمبر ۱۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء مطابق ۱۶ صفر ۱۳۲۵ھ | جلد ۱۱

تازہ الہامات

۱۹ مارچ ۱۹۰۷ء - ۱ ردت زمان الزلزلہ

ترجمہ - ہم نے ارادہ کیا ہے کہ زلزلہ کا زمانہ آجائے۔

نوٹ - یہ الہام گذشتہ اخبار (۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء) میں بھی شائع ہو چکا ہے اس سے کسی معمولی زلزلہ کیطرف اشارہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو بڑے زلازل کا ارادہ کیا ہے یہ انمیں سے ایک ہی جس کا وقت قریب آگیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

۲۴ مارچ ۱۹۰۷ء ۱ - لاکھوں انسانوں کو تہ و بالا کر دونگا

۲ - انی مع الرسول اقوم -

ترجمہ میں اپنے رسول کیساتھ کھڑا ہونگا یعنی اسکی نصرت اور حفاظت کرونگا۔

۲۵ مارچ ۱۹۰۷ء (۱) وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی

ترجمہ ہم قسم کہاتے ہیں وقت چاشت کی اور رات کی جبکہ ڈھانپ لیوے کل چیزوں کو کہ تیرے پروردگار نے تجھے چھوڑ نہیں دیا۔ اور نہ تجھ سے ناخوش ہوا ہے اور البتہ آخرت کا گھر تیرے لئے اس دنیا کی نسبت بہت بہتر ہے

(۲) واللہ لولا اکرام - لھلک المقام - ترجمہ قسم ہے اللہ کی کہ اگر تمہارا اکرام ہم کو منظور نہ ہوتا۔ تو یہ مقام ہلاک ہو جاتا۔

(۳) اِکْرَامٌ تُسْمِعُ بِہِ الْمَوْتٰی - تیرا ایسا اکرام کرونگا کہ اس کے ذریعہ سے تو مُردوں کو سنائیگا۔ (۴) علمہ عند ربی لا یَضِلُّ رَبِّی وَلَا یَنْسٰی - ترجمہ اس کا علم میرے رب کو ہی ہے میرا رب نہ بیراہ ہوتا ہے اور نہ بھولتا ہے

(۵) لا تطاء قدمُ العامۃ قَدَمَ النبی عام لوگوں کا قدم نبی کے قدم کو پامال نہیں کر سکتا (۶) بلغت قدم الرسول - ترجمہ میں رسول کے قدم پر پہونچ گیا ہوں (۷) انی علی کل شیء قدیر - میں ہر ایک چیز پر قدرت رکھنے والا ہوں - ۲۷ مارچ (۱) کلوا احد منھم ثلج - (۲) انقلب علی عقبیہ (۳) لقد اثرک اللہ علینا -

قصیدہ

(از عاجز عبد الخالق احمدی ساکن مظفر نگر)

اے مسیح وقت مہدی زماں
اے نبی اللہ امام عارفاں

اے وجودت رحمت اللعالمیں
اے نزولت خلق را راحت رساں

اے سراپا نور رب ذوالمنن
اے محمد احمد آخر زماں

انت منی و انا منک خدا
گفت در شان تو اے جان جہاں

بر تو بادا صد صلوٰۃ صد سلام
از خدائے ذوالعطائے ہر زماں

عرض خدمت میں ہے یہ بعد از سلام
دست بستہ با ادب چوں خادماں

آپ کے خدام اے عالیجناب
تنگ ہیں از ظلم ہائے ظالماں

ہر طرف ہے دشمنوں کا زور شور
ہیں پئے تخریب ابر سو ناکساں

کرتا استہزا ہے اور ٹھٹھا کوئی
بے وجہ دیتا ہے کوئی گالیاں

کافر و دجال کہتے ہیں ہمیں
جب سنیں ہم سے احادیث و قرآں

جسقدر ہے ہو رہا ظلم و ستم
آپ پر روشن ہے سب اور ہے عیاں

ہم کو اس کی کچھ نہیں پرواہ حضور
خوش اگر ہے ہمیں خلاق جہاں

آپ کی فرقت کا پر بار گراں
اٹھ نہیں سکتا ہے اے جان جہاں

دل پریشاں رات دن فرقت میں ہے
جان بھی دوری میں ہے اب نیم جاں

آپ کی اس پاک صورت کا خیال
ہر گھڑی رہتا ہے اے روح رواں

چشم سے آنسو رواں ہیں دمبدم
غم میں تیرے اے مرے محبوب جاں

آرزو دارم کہ بر قدمت نثار
جاں کنم اے باعث آرام جاں

اے خدا جلدی کہیں آئیں وہ دن
ہوں رواں ہم جانب دار الاماں

ہیں وہاں پر جسقدر مذہبی صفات
ہوں قدمبوسی سے اُن کے شادماں

اور وہاں سے پھر نہ آئیں ہم کبھی
ہوں بہشتی مقبرہ میں دفن وہاں

عبد خالق کی دعائیں ہوں قبول
از طفیل مہدی آخر زماں

پلیگ رپورٹ

ہفتہ مختتمہ ۹ مارچ) حصار ۱۸ - رہتک ۱۵۴ - گوڑگانوہ ۱ - دہلی ۱۶۷ - کرنال ۱۱۷ - انبالہ ۱۰۹۵ - ہوشیارپور ۵۸۳ - جالندھر ۹۵۷ - لدھیانہ ۱۴۸۹ - فیروزپور ۶۲۸ - منٹگمری ۶۹ - لاہور ۷۹۷ - امرتسر ۱۸۴ - گورداسپور ۱۳۶۲ - سیالکوٹ ۱۲۳۵ - گوجرانوالہ ۱۳۴۹ - گجرات ۷۵۰ - شاہ پور ۲۰۲ - جہلم ۴۲ - راولپنڈی ۳۰۰ - اٹک ۵۱ - لائل پور ۵۸ - ریاست پٹیالہ ۱۱۰۵ - ریاست کپورتھلہ ۳۸۴ - ریاست مالیرکوٹلہ ۲۰۵ - ریاست جیند ۹۱ - ریاست کلسیہ ۴۲ - ریاست فریدکوٹ ۱۱۶ - ریاست نابھہ ۵۳۴ میزان کل اموات ہفتہ ۹ مارچ میں ۱۴۶۱۳۹ ہفتہ سابقہ ۱۲۰۴۸

اندرونی ڈائری

(رقم زدہ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد)

ایک لڑکی کی اس کی ساس کے ساتھ کچھ اچھی طرح نہیں بنتی تھی۔ لڑکی نے بر سبیل شکایت اور گلہ کچھ عورتوں کے سامنے کہا کہ بڑا مقام ہے کہ جس میں میری ساس وغیرہ رہتے ہیں۔ آپ نے اس کو بہت برا منایا کہ شہر تو کوئی برا ہوتا ہی نہیں اگر کسی شہر کو برا کہا جائے تو اس سے مراد اُس کے شہر والے ہوتے ہیں۔ پس نہایت قابل افسوس ہے اس عورت کی حالت جو ایسا فقرہ اپنی زبان پر لاتی ہے یا اور اس طرح اپنے خاوند اور اُس کے والدین کی برائی کرتی ہے اور اس کے بعد اس عورت کو بہت سمجھایا اور کہا کہ خدا تعالیٰ ایسی باتیں پسند نہیں کرتا یہ مرض عورتوں میں بہت کثرت سے ہوا کرتا ہے۔ کہ وہ ذرا سی بات پر بگڑ کر اپنے خاوند کو بہت کچھ بھلا برا کہتی ہیں۔ بلکہ اپنی ساس اور سسر کو بھی سخت الفاظ سے یاد کرتی ہیں حالانکہ وہ اُس کے خاوند کے بھی قابل عزت بزرگ ہیں۔ وہ اس کو ایک معمولی بات سمجھ لیتی ہیں۔ اور ان سے لڑنا وہ ایسا ہی سمجھتی ہیں جیسا کہ محلہ کی اور عورتوں سے جھگڑا۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کی خدمت اور رضا جوئی ایک بہت بڑا فرض مقرر کیا ہے۔ یہاں تک کہ حکم ہے کہ اگر والدین کسی لڑکے کو مجبور کریں۔ کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دیدے تو اُسکے لڑکے کو چاہئے۔ کہ وہ طلاق دیدے پس جبکہ ایک عورت کی ساس اور سسر کے کہنے پر اس کو طلاق مل سکتی ہے۔ تو اور کونسی بات رہ گئی ہے اس لئے ہر ایک عورت کو چاہئے۔ کہ ہر وقت اپنے خاوند اور اُسکے والدین کی خدمت میں لگی رہے اور دیکھیے کہ عورت جو کہ اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے تو اُسکا کچھ بدلہ بھی پاتی ہے اگر وہ اس کی خدمت کرتی ہے تو وہ اس کی پرورش کرتا ہے۔ مگر والدین تو اپنے بچہ سے کچھ نہیں لیتے وہ تو اُس کے پیدا ہونے سے لیکر اُس کی جوانی تک اُس کی خبر گیری کرتے ہیں اور بلا کسی اجر کے اس کی خدمت کرتے ہیں۔ اور جب وہ جوان ہوتا ہے تو اسکا بیاہ کرتے اور اُس کی آیندہ بہبودی کیلئے تجاویز سوچتے اور اُن پر عمل کرتے ہیں۔ اور پھر جب وہ کسی کام پر لگتا ہے۔ اور اپنا بوجھ آپ اُٹھانے۔ اور آیندہ زمانہ کے لئے کسی کام کرنیکے قابل ہو جاتا ہے تو کس خیال سے اُس کی بیوی اسکو اپنے ماں باپ سے جدا کرنا چاہتی ہے یا کسی ذرہ سی بات پر سب و شتم پر اُتر آتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا ناپسند فعل ہے جسکو خدا اور مخلوق دونوں ناپسند کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسان پر دو ذمہ واریاں مقرر کی ہیں ایک حقوق اللہ اور ایک حقوق العباد پھر اسکے دو حصے کئے ہیں یعنے اول تو ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری اور پھر دوسرے مخلوق الٰہی کی بہبودی کا خیال اور اسی طرح ایک عورت پر اپنے ماں باپ اور خاوند اور ساس سسر کی خدمت اور اطاعت پس کیا بد قسمت ہے وہ جو ان لوگوں کی خدمت نہ کرکے حقوق عباد اور حقوق اللہ دونوں کی بجا آوری سے منہ موڑتی ہے۔ حقوق اللہ میں نے اس لئے لکھا ہے کہ وہ اس طرح خدا کے حکم کو بھی ٹالتی ہے۔ راقم ایڈیٹر

کسی لڑکی کا نام جنت تھا۔ کسی شخص نے کہا کہ یہ نام اچھا نہیں کیونکہ بعض وقت انسان آواز مارتا ہے۔ کہ جنت گھر میں ہے۔ اور اگر وہ نہ ہو تو گویا اس سے ظاہر ہے۔ کہ دوزخ ہی ہے یا کسی کا نام برکت ہو اور یہ کہا جاوے کہ گھر میں برکت نہیں تو گویا نحوست ہوئی فرمایا یہ بات نہیں ہے نام کے رکھنے سے کوئی ہرج نہیں ہوتا اور اگر کوئی کہے کہ برکت اندر نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسان اندر نہیں ہے۔ نہ یہ کہ برکت نہیں یا اگر یہ کہ جنت نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ جنت نہیں اور دوزخ ہے بلکہ یہ کہ وہ انسان اندر نہیں۔ جس کا نام جنت ہے کسی احمدی نے کہا کہ حدیث میں بھی حرمت آئی ہے فرمایا۔ کہ میں ایسی حدیثوں کو ٹھیک نہیں جانتا اور

ایسی حدیثوں سے اسلام پر اعتراض ہوتا ہے کیونکہ خدا کے بنائے ہوئے نام۔ عبداللہ۔ عبدالرحیم۔ اور عبدالرحمٰن جو ہیں۔ ان پر بھی بات لگ سکتی ہے۔ کیونکہ جب ایک انسان کہتا ہے کہ عبدالرحمٰن اندر نہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا۔ کہ عبدالشیطان اندر ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ وہ شخص جس کا نام نیک فال کے طور پر رکھے جاتے ہیں۔ تا وہ شخص بھی اس نام کے مطابق ہو۔

ذکر ہوا کہ خاندان مغلیہ کے آخری بادشاہ کے وقت جو کچھ انگریزوں نے سلوک کیا ہے اس پر ایک اخبار نے بہت سا شور مچایا ہے اور اسکو برا منایا ہے فرمایا یہ بات نہیں خدا کسی قوم پر یا کسی خاص شخص پر ظلم نہیں کرتا۔ جب انسان خود کوئی گناہ کرتا ہے تو اس وقت اسکی تادیب کے لئے خدا تعالےٰ اس پر مصیبتیں نازل فرماتا ہے بہادر شاہ سے اور اُس کے چند پہلے بزرگوں سے چونکہ بہت کچھ خطائیں سرزد ہوئیں خدا تعالیٰ نے ان کو اس بات کے لائق نہ دیکھا کہ وہ حکومت کر سکیں تب انگریزوں کو اُن پر مسلط کر دیا اگر وہ ایسے کام نہ کرتے۔ تو خدا تعالیٰ بھی ایسا نہ کرتا۔ بلکہ میرے خیال میں خدا تعالےٰ نے بہادر شاہ پر بہت بڑا احسان کیا۔ کیونکہ اس طرح تکلیفیں برداشت کر کے اُسکے گناہ معاف ہو گئے اور جو سلوک انگریزوں نے کیا۔ وہ تو فاتح قومیں کیا ہی کرتی ہیں۔ اگر بہادر شاہ فتحیاب ہو جاتا۔ تو کیا وہ ایسا نہ کرتا۔

طبیب ایک صاحب گھر میں آئے طب کا ذکر شروع ہوا فرمایا کہ طبیب میں علاوہ علم کے جو اُس کے پیشہ کے متعلق ہے ایک صفت نیکی اور تقویٰ بھی ہونی چاہئے۔ ورنہ اس کے بغیر کچھ کام نہیں چلتا۔ ہمارے پچھلے لوگوں میں اس کا خیال تھا اور لکھتے ہیں کہ جب نبض پر ہاتھ رکھے تو یہ بھی کہے کا علم لنا الا ما علمتنا یعنے اے خداوند بزرگ ہمیں کچھ علم نہیں مگر وہ جو تو نے سکھایا۔ فرمایا کہ دیکھو پچھلے دنوں میں مبارک احمد کو خسرہ نکلا تھا۔ اُس کو اسقدر کھجلی ہوتی تھی کہ وہ پلنگ پر کھڑا ہو جاتا تھا۔ اور بدن کی بوٹیاں توڑتا تھا جب کسی بات سے فایدہ نہ ہوا تو میں نے سوچا کہ اب دعا کرنی چاہئے۔ میں نے دعا کی اور دعا سے ابھی فارغ ہی ہوا تھا۔ کہ میں نے دیکھا کہ کچھ چھوٹے چھوٹے چوہوں جیسے جانور مبارک احمد کو کاٹ رہے ہیں ایک شخص نے کہا کہ انکو چادر میں باندھکر باہر پھینک دو چنانچہ ایسا کیا گیا جب میں نے بیداری میں دیکھا تو مبارک احمد کو بالکل آرام ہو گیا تھا۔ اسی طرح درست شفا جو مشہور ہوتے ہیں اس میں کیا ہوتا ہے۔ وہی خدا کا فضل اور کچھ نہیں۔

دعا فرمایا کہ دعائیں بعض دفعہ قبولیت نہیں پائی جاتی۔ تو ایسے وقت اس طرح سے بھی دعا قبول ہو جاتی ہے کہ ایک شخص بزرگ سے دعا منگوائیں۔ اور خدا سے دعا مانگیں کہ وہ اس مرد بزرگ کی دعاؤں کو سُنے۔ اور بارہا دیکھا گیا ہے کہ اس طرح دعا قبول ہو جاتی ہے۔ ہمارے ساتھ بھی بعض دفعہ ایسا واقعہ ہوا ہے اور پچھلے بزرگوں میں بھی دیکھا جاتا ہے جیسا کہ باوا غلام فرید ایک دفعہ بیمار ہوئے اور دعا کی مگر کچھ بھی فائدہ نظر نہ آیا تب آپ نے اپنے ایک شاگرد کو جو نہایت ہی نیک مرد اور پارسا تھے (شاید شیخ نظام الدین رح یا خواجہ قطب الدین رح) دعا کے لئے فرمایا اُنھوں نے بہت دعا کی اور مگر پھر بھی کچھ اثر نہ پایا گیا یہ دیکھکر انھوں نے ایک رات بہت دعا مانگی کہ اے میرے خدا اس شاگرد کو وہ درجہ عطا فرما کہ اُس کی دعائیں قبولیت کا درجہ پائیں۔ اور صبح کے وقت ان کو کہا۔ کہ آج ہم نے تمہارے لئے یہ دعا مانگی ہے یہ سُنکر شاگرد کے دل میں بہت ہی رقت پیدا ہوئی اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ جب انھوں نے میرے لئے ایسی دعا کی ہے۔ تو آؤ پہلے انہیں ہی شروع کرو۔ اور انھوں نے اسقدر زور شور سے دعا مانگی کہ باوا غلام فرید کو شفا ہو گئی۔

دعا بارش سخت زور سے ہو رہی تھی۔ اور کوئی وقت ایسا نہ ہوتا تھا۔ کہ بادل پھٹے مکانوں کے گرنے کا سخت اندیشہ ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ بارشوں یا آندھیاں یا اور طوفانوں میں خدا سے دعا مانگنی چاہئے کہ وہ ہمارے لئے اس عذاب میں کوئی بہتری کی ہی صورت پیدا کرے اور ہر ایک شر سے محفوظ رکھے جو اس سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے وقتوں میں دعا مانگا کرتے تھے۔ اور جب بارش یا آندھی آتی تھی۔ تو گھبرائے سے معلوم ہوتے تھے اور کبھی اندر جاتے تھے اور کبھی باہر جاتے تھے کہ کہیں قیامت تو نہیں آگئی۔ گو قیامت کی بہت سی نشانیاں انکو بتائی گئی تھیں۔ اور ابھی مسیح کی آمد کا بھی انتظار تھا۔ مگر پھر بھی وہ خیال کرتے تھے۔ کہ خدا بڑا بے نیاز ہے اس لئے سب کو چاہیے۔ کہ اس کی بے نیازی سے ڈرتے رہیں اور ہمیشہ ایسے موقعوں پر خصوصیت سے دعائیں کرتے رہیں۔

حضرت عیسیٰ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ ؑ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مہد میں بولنے لگے اس کا یہ مطلب نہیں کہ پیدا ہوتے ہی یا دو چار مہینہ کے بولنے لگے بلکہ اس سے مطلب ہے کہ جب وہ دو چار برس کے ہوئے کیونکہ یہی وقت تو بچوں کا پنگھوڑے میں کھیلنے کا ہوتا ہے اور ایسے بچے کے لئے باتیں کرنا کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہماری لڑکی امت الحفیظ بھی بڑی باتیں کرتی ہے ؂

ڈوئی کے متعلق اشتہار کی ضرورت

برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ خوشخبری تو آپ لوگوں تک بذریعہ الحکم و بدر پہنچ چکی ہے کہ کس طرح خداوند تعالےٰ نے ایک روشن نشان ملک امریکہ میں ظاہر کیا ہے۔ یہ پیشگوئی بڑی کثرت کیساتھ امریکہ کے اخباروں میں شائع ہو چکی تھی۔ اسلئے اب یہ نہایت ضروری ہے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کو بھی امریکہ اور یورپ میں ظاہر کیا جاوے کیونکہ اس کے بغیر اتمام حجت نہیں ہوتا۔ میگزین رعایت کے لحاظ سے پہلے ہی باہر مفت بھیجا جاتا ہے۔ اسلئے اس مد میں گنجایش نہیں۔ اگر اشاعت اسلام سے محبت رکھنے والے کوشش کریں تو چار پانچ سو روپیہ اسکے لئے الگ جمع ہونا مشکل کام نہیں میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا کیونکہ آپ لوگ خود اس ضرورت کو خوب سمجھتے ہیں۔ چار پانچسو روپیہ سے چھ سات ہزار اشتہار شائع ہو سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ جب اسنے خود یہ نشان ایک دوسرے ملک میں ظاہر فرمایا ہے تو وہاں لوگوں کو بھی وہاں پیدا کر دیگا۔ جو اسکی صداقت اور اسکے ساتھ خدا کے برگزیدہ مسیح موعود کی صداقت پر ایمان لا قبول لے ہیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ روپیہ محاسب صدر انجمن احمدیہ کے نام بھیجیں اور کوپن میں للعدیہ کہ متعلق اشتہار ڈوئی ہے۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس اشتہار کا جلدی شائع ہونا ازبس ضروری ہے کیونکہ ابھی ڈوئی کی موت کا واقعہ تازہ ہے۔ اس لئے یہ روپیہ جلدی جمع ہو جانا چاہئے۔ وہ لوگ ظالم ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے مرنے پر یونہی خوشیاں کرتے ہیں۔ ہم کسی کے مرنے سے خوش نہیں ہوتے بلکہ اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ اس ایک کی موت سے ہزاروں کو زندگی ملیگی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کے روشن نشان ہیں وہ چیز ہیں جن سے سچا ایمان دل میں پیدا ہوتا ہے اور ایک نئی زندگی انسان کو ملتی ہے۔ خاکسار محمد علی

قربانی پر ایک آریہ کا اعتراض

عید الضحیٰ سے ایک دو روز پہلے ایک آریہ ڈاکٹر سے مجھکو گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا - آریہ مذکور نے گفتگو کے سلسلہ میں قربانی کا بھی ذکر کر کے اعتراض کیا کہ عید کے دن تمہارے مسلمان بھائی نہایت بے رحمی سے ہزاروں جانوروں گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرینگے اور اُن کے اس طرح ذبح کرنے سے تمہارے دلوں میں بالکل رحم نہیں آتا - میں - بموجب آپ کے مسئلہ تناسخ کے مسلمانوں کا یہ فعل یعنے گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرنا اُن کی حالت پُر ملالت پر کمال درجہ کی مہربانی کرنا ہے - آریہ - وہ کیسے؟ میں - وہ اس طرح پر کہ آپ کا اعتقاد ہے کہ جس قدر جاندار حیوان و درخت وغیرہ ہیں یہ درحقیقت [illegible] کسی وقت میں انسان تھے جو کہ بہ سبب گناہوں اور شامت اعمال کے یہ روز بد دیکھ رہے ہیں کہ کوئی تو ان میں سے بکری و گائیں بن گئے اور کوئی کیڑے مکوڑے اور کوئی درخت وغیرہ اور یہ ظاہر ہے کہ چوپایوں اور دوسرے حیوانوں و درختوں وغیرہ کی جون میں رہنا سخت درجہ کی ذلت اور اہانت کی نشانی ہے کیونکہ کیڑے مکوڑوں اور چوپایوں کے ساتھ انسان کے فرزند جس میں آریہ بھی شامل ہیں وہ وہ حرکتیں کرتے ہیں کہ اُن کا بیان موجب طول طویل ہے خاص کر وہ ٹٹو زیادہ تر قابل غور ہیں جو یکوں میں جوتے جاتے ہیں نیز وہ بیل جو میلے کی گاڑیوں یا اور انیٹوں کی لدی ہوئی گاڑیوں میں جوتے جاتے ہیں اور اُن کو ہانکنے والے جو کچھ اُن کے ساتھ حرکتیں کرتے ہیں یعنے اُن کے چوتڑوں کو خوب لال کرتے ہیں - اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی کو سختی اور تکلیف سے رہائی دینا بڑا اچھا کام ہے جیسا کہ ایک جان کو جیل خانہ میں ڈالنا بہادری کا کام نہیں بلکہ جیل خانہ سے چھڑانا بہت بڑی خوبی کا کام ہے - پس بدیں لحاظ مسلمانوں کا قربانی کر کے گائیں بکری بھیڑ وغیرہ کو ذبح کر کے اُن کو اُن کی اُس حیوانات سے رہائی دینا بڑا پُن اور احسان کا کام ہے جو کہ مسئلہ تناسخ کے قائل کے نزدیک کسی طرح بھی اعلےٰ درجہ کے مہاتماں کے کام سے کم نہیں - لہذا ثابت ہوا کہ مسلمان آپ کے اصول کے بموجب قربانی کرنے میں بہت بڑا کام آپکے مشن کا کر رہے ہیں کہ اس طرح آپ کے بھائی بندوں کو ناقص جونوں (چوپایوں کی) سے رہائی دیتے ہیں جسکو امید ہے کہ آپ کے یہ تمام بھائی بند جو بہ سبب اپنی شامت اعمال کے گائیں بکری بھیڑ وغیرہ بن گئے تھے بڑی محبت کی نظر سے دیکھتے ہونگے اور زبان حال سے اس سعی کا شکریہ ادا کرتے ہونگے اور آپ کی حالت زار پر آٹھ آٹھ آنسو بہاتے ہونگے کہ خواہ مخواہ آپ اُن کی طرفداری کر کے اُن کو بدترین جہنم میں رہنے دینے کے ایک عرصہ بعید تک کوشاں ہیں یعنے آپ لوگ نہیں چاہتے کہ کسی طرح اُن کی سزا کی جون جلدی کٹیں اور اُن کو کسی وقت جون انسانی نصیب ہو - آریہ - تمہارا کیا حق ہے کہ گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرو اور اُن کا گوشت کھاؤ؟ میں - اگر آپ کے نزدیک ہمارا حق نہیں کہ گائیں بکری وغیرہ کو ذبح کر کے کھائیں تو جناب مہاشہ صاحب! آپ کا کب حق ہے کہ گائیں یا بکری کا دودھ پیویں اور گھوڑے ٹٹو پہ چڑھیں اور بیلوں کو گاڑیوں میں جوتیں یا اُن سے ہل چلانے کا کام لیں؟ - آریہ - دودھ تو اسی لئے ہے کہ نوش کیا جاوے یعنے گائیں بکری کا دودھ محض ہماری خاطر پیدا ہوتا ہے - میں - یہ بات آپ کی محض غلط ہے کیونکہ جب تک گائیں و بکری کے بچہ پیدا نہیں ہوتا تب تک وے دودھ نہیں دیتی ہیں بس اس سے اگر کچھ نکلتا ہے تو یہی کہ گائیوں بکریوں سے دودھ اُس کے بچہ کے لئے پیدا ہوتا ہے مگر آپ

اُس کے بچے کی امانت میں خیانت کر کے خود ہضم کر جاتے ہیں پس بتلایئے کہ آپ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ گائیوں بکری کے بچے کو کھونٹے سے باندھکر اور اُس کو بلبلاتا چھوڑ اُس کی ماں کا دودھ نچوڑ کر خود چین اُڑاویں؟ - آریہ - ہم دودھ محض اس لئے لیتے ہیں کہ دودھ کی خاطر چارہ اُس کو دیتے ہیں نیز چارہ کا حصہ لے لیتے ہیں اور اُس کے بچے کے لئے بھی چھوڑ دیتے ہیں - میں - پس یہی جواب ہماری طرف سے بھی خیال فرمالیجئے یعنے یہ کہ گائیں اور بکری کی پرورش محض اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ انسانی غذا اور خوراک ہے یعنے اُسکا دودھ پینے کے لئے گوشت کھانے کے لئے چمڑہ استعمال کرنے کے لئے مگر آپ لوگ صرف گوشت کھانا گناہ سمجھتے ہیں چمڑہ کا استعمال کرنا جوتی پہننا یا دوسرے کام میں استعمال کرنا دودھ پینا گناہ نہیں سمجھتے باوجودیکہ ذبح کرنا اس لئے بُرا سمجھتے ہیں کہ اُس سے جیو کو دکھ پہنچتا ہے مگر پھر بھی گائیں بکری کے بچے کو باندھکر اُس کا جی دکھاتے ہیں اور دودھ لیکر چین اُڑاتے حالانکہ آپکے اصول کے بموجب آپ کا حق ہی نہیں کہ گائیں یا بکری کا دودھ پیئیں چمڑہ کو استعمال کریں - گھوڑے اور ٹٹو پہ چڑھیں بیل کو گاڑی میں جوئیں یا اُن سے ہل چلانے کا کام لیں کیونکہ وہ آپ کے ہی بھائی بند ہیں اُن میں اور آپ میں بجز چولہ انسانی اور حیوانی اور کچھ فرق نہیں ہے - پس بموجب حکم "اھنسا پرمون دھرما" کے آپ کا حق بالکل نہیں کہ آپ اُن سے مذکورہ بالا معاملات کریں مگر مسلمانوں اور دوسرے گوشت خور قوموں کے نزدیک بلکہ قانون قدرت کے رو سے یہ تمام انسانی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور کہ یہ تمام ہرگز ہرگز ہمارے بھائی بند نہیں ہیں - آریہ - کیا کوئی اپنی ماں کو جو اُس کو دودھ پلاتی ہو جان سے مار کر اُس کا گوشت کھا سکتا ہے؟ میں - نہیں اور ہرگز نہیں نہ حیوان کا بچہ اپنی ماں کو کھا سکتا ہے اور نہ انسان کا مگر انسان کے بچے دودھ بھی پی لیتے ہیں اور گوشت بھی کھا لیتے ہیں اور چمڑہ سے بھی کام لے لیتے ہیں جیسے انسان بکری گائیں وغیرہ کے ساتھ کرتے ہیں اور حیوان بھی مثلاً درندے اگر انسان کو پا جائیں تو ہضم کر جاتے ہیں - اور یہ ظاہر ہے کہ گوشت اور دودھ ہر دو خون سے بنتا ہے اور خون غذا سے پیدا ہوتا ہے مگر آریہ سماج کا یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ سبزی کے پودے بھی انسانی روحیں رکھتے ہیں اور جسمیں مادہ میں آریہ سماج انسانی جسم اور سبزے کے پودوں میں مابہ الامتیاز فرق نہیں کر سکتے بلکہ اُس کا اقرار ہے کہ یہ ہر دو پرکرتی اور پرمانوں سے پیدا ہوئے ہیں - پس اگر سبزی ہی انسانی خوراک تسلیم کر لیجاوے بطور فرض کے تو اُس میں یعنے درختوں اور سبزی کے پودوں کی کھال و پتوں میں اور حیوانات کے یعنے گائیں بکری کے گوشت میں مابہ الامتیاز بموجب اصول آریہ سماج کے کچھ فرق نہیں ٹھیرتا - لہذا ثابت ہوا کہ گوشت ضرور بضرور انسانی خوراک ہے کیونکہ جب یہ مانا گیا کہ دودھ و گوشت ہر دو غذا سے پیدا ہوتا ہے تو دودھ کا پینا اور گوشت کا کھانا ایسا ہے جیسے کہ گُڑ کا کھا لینا اور گُڑ کے بنے ہوئے گلگلوں سے پرہیز کرنا - ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے اوپر کیونکر الزام قائم رہ سکتا ہے جس حالت میں کہ ایک چیز کے دو جزو ہیں ایک کو آپ کھا یا دوسری کو ہم نے! ہاں یہ بے شک بات ہے کہ ہم میں آپ کے اصول کے بموجب ایک فخر رہا وہ اس طرح پر کہ آپ نے باوجود اس بات کے قائل ہونے کے کہ کسی جیو کو دکھ دینا سخت درجہ کی بے دھرمی اور مہاپاپ ہے ایک ننھے سے گائی کے بچے کو کھونٹے کے ساتھ باندھکر اُس کی ماں کی چھاتیوں سے دودھ نچوڑ کر ہضم کیا اور ہم نے اُن گائیں اور بکریوں کو جو بموجب آپ کے اعتقاد کے اپنے پاپوں کی بدولت انسانی جون سے نکال کر چوپایوں کے چولے میں ڈالے گئے اس ذلت سے اُن کو

رہائی بخشی یعنے اُن کا ایک جون چکر جلدی سے ختم کرایا لہذا ہمارا کام
پُن پر مبنی ہوا اور آپ کا ظلم و جوار پر۔ آریہ ۔ اگرچہ ہم گائیں بکری
وغیرہ کا دودھ حاصل کر کے کام میں لاتے ہیں مگر تمہاری طرح اُن کو جان
سے تو نہیں مارتے ۔ پس تمہارے کام پاپ سے سراسر لبریز ہیں ۔ میں ۔
اگر ہم گائیں کو یا بکری کو ذبح کرنے کی وجہ سے پاپی ٹھہر سکتے ہیں تو آپ سے
بڑھکر شاید ہی کوئی دنیا میں مہان پاپی ہو گا کیونکہ آپ لوگ اس بات کے
بھی مقر ہیں کہ درختوں میں بھی انسانی روحیں ہیں جو کہ بقول سوامی جی
مہاراج اسوجہ درختوں میں داخل کی گئیں کہ انھوں نے انسان ہونے
کی حالت میں بذریعہ جسم کے چوری کی دوسرے کی عورت سے مباشرت
کی تھی اور نیک آدمیوں کو قتل کیا تھا ایسا ہی حال کی تحقیقات سے یہ
اثبات کیا گیا ہے کہ پانی میں کیڑے ہیں اور دودھ کے کیڑے بھی
مسلم ہیں اور یہ تمام کیڑے بموجب اصول آپ کے کسی وقت میں
انسان تھے جو کہ بسبب شامت اعمال کے یہ روز بد بھوگ رہی ہیں
کہ کسی کو ان میں سے آپ دودھ و پانی پینے کے ذریعہ اور کسی کو سانس
لینے کے ذریعہ کسی کو روٹی پکانے کے ذریعہ اور کسی کو پیروں کے نیچے
کچلنے کے ذریعہ تباہ کرتے ہیں ۔ اب خود ہی غور کریں کہ جو ایک
ننھی سی جان کی خاطر اس قدر تباہیاں کرنا روا رکھتا ہے کیا اُسکو جرأت
ہو سکتی ہے کہ کسی کو ایک گائے یا بکری کے ذبح کرنے پر نصیحت کرنے کیلئے
لب کشائی کر سکے :۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایک گائیں اور بکری کے ذبح
کرنے سے بہت انسان مستفید ہو سکتے ہیں مگر ایک سبزی کے پودہ سے
یعنے میتھی و پالک کے ساگ سے یا پانی ایک قطرہ سے کچھ نہیں ۔ بتلاؤ
آریہ ۔ پانی پینے دودھ پینے روٹی پکانے سوا لینے چلنے پھرنے میں
[illegible] ہیں مگر گوشت کھانے میں تم لوگ زیادتی پر ہو
میں ۔ ہمارا تو یہ اصول ہی نہیں کہ کوئی انسان کا بچہ حیوان کی جون میں
جا سکتا ہے یا حیوان کا بچہ انسانی جون دھارن کر سکتا ہے یا درخت
کیڑا مکوڑا وغیرہ بن سکتا ہے جب ہم اس امر کے قائل ہی نہیں کہ درختوں میں
یا ہوا کے کیڑوں میں ہمارے ہی ارواح ہمارے گناہوں کی وجہ سے
داخل ہو جاتے ہیں تو ہمارے اوپر ایسا الزام عائد کرنا سخت درجہ کی گمراہی
پر دال ہے ۔ ہاں آپ اس بات کے قائل ہیں کہ درخت بھی کسی زمانے میں
انسان تھے اور کہ گائیں بکری گھوڑا اتنے جون کیڑے مکوڑے اور وہ
کیڑے جو سبزے کے پتوں میں رہتے ہیں پانی کے کیڑے دودھ وغیرہ
سب کسی وقت انسان تھے جو کہ گناہوں کی سزائیں یہ روز دیکھ رہے
ہیں پس سبزی کے درختوں پالک میتھی وغیرہ کو کاٹنا نہ صرف ایک خون
بلکہ بہت سے خون کرنا ہے کیونکہ سبزے کے درخت تو بجائے خود
ایک انسانی روح کا چولہ ہیں اور اُس میں رہنے والے کیڑے دوسرا [جود] ہیں
جو فرض کیجئے کہ اگر ایک سبزے کے پودہ میں دس پتے ہوں اور ہر ایک
پتے پر اگر ایک ہی کیڑا ہو تو اس طرح پر گیارہ جیو کو آپ نے ہلاک کیا
مگر سبزی کے ایک پودے سے بنتا ہی کیا ہے ۔ پس فرض کے طور پر
اگر دس پودے بھی لئے جاویں تو حساب کے لحاظ سے ایک سو دس (۱۱۰)
خون آپ ایک وقت میں کرتے ہیں اور ابھی پانی کا حساب الگ ہے ۔
سانس لینے سے جو کیڑے ہلاک کرتے ہیں وہ الگ ہیں ۔ پس کہاں
ایک گائیں و بکری کہ ایک کے ذبح کرنے سے بہت سے انسان فائدہ
اُٹھاتے ہیں اور کہاں سبزی کھانا کہ ایک سو دس (۱۱۰) خون کر کے بھی پیٹ
نہیں بھر سکتا لہذا ثابت ہوا کہ آریہ سماج کے اصول کے بموجب (جو کہ
تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے) سبزی کھانا بہت بڑے پاپی

بلکہ مہان پاپی کا کام ہے جو کسی طرح بھی اول درجہ کے سفاک اور
کٹ مہرے سے کم نہیں اس لئے چاہئے کہ آریہ سماج اگر فی الحقیقت
وید کو مت و دیانند کی ٹیک مانتی ہے اور اُس کی تعلیم اہنسا
پرمو دھرم ہے تو فوراً سبزی کھانا آج سے چھوڑ دے ۔ اور نہ
معقول دلائل سے ہم کو سمجھائے کہ کیوں وہ اس قدر خون کرنا
روا رکھتی ہے جسکو کہ وہ خود بُرا سمجھتی ہے؟ غرضیکہ اگر محض جیو ہتیہ
کی خاطر گوشت کا تیاگ آریہ لوگ کرتے ہیں تو سبزی میں بموجب
تحقیقات حقہ مسلمہ آریہ سماج کے بڑی اعلےٰ کی جیو ہتیہ موجود ہے
کیونکہ آریہ لوگ محض اپنے شکم کی خاطر اپنے ہم جنس روحوں کے مادے
شریروں کو ایک ایک وقت میں بے حساب عدد کے قریب ہڑپ کر
جاتے ہیں جیسے کہ ایک بلی چوہے کو ہضم کر جاتی ہے ۔ ماسوائے اس کے
جب آپکے نزدیک یہ مسلمہ امر ہے کہ روحیں بسبب قدیم و ازلی ابدی
انادی ہونے کے ہر ایک جاندار میں وہی ہیں جو کسی وقت انسانی وجود
میں تھیں اور روحوں کی طاقتیں قوتیں استعدادیں وہی ہیں اور کہ انسانی
روحوں اور حیوانی روحوں میں ما بہ الامتیاز فرق ہے تو صرف جسمی مادہ
کی ظاہری شکل و صورت کا ہے ورنہ جسمی مادہ بھی بقول آریہ سماج کے انادی
یعنے ازلی ابدی ہے اور ہر ایک جسم مادی پرکرتی پرمانو سے بنا ہے
اور جیو آتما ایک الگ چیز ہے جو کہ نہ کاٹنے سے کٹ سکتی ہے اور نہ
درخت کے کاٹنے سے اُس کی حالت نوعی میں کچھ فرق آ سکتا ہے یعنے
قوتیں طاقتیں استعدادیں ضائع نہیں ہو سکتیں ۔ تو کیونکر گائیں بکری کا ذبح
کرنا تو موجب تشویش ہو اور سبزی کا کاٹنا موجب تشویش نہ ہو کیونکہ
جس طرح گائیں بکری کے وجود سے خارج ہونے پر روح تکلیف حاصل
کر سکتی ہے ویسے ہی درخت کے کیڑے مکوڑے کے وجود سے خارج ہونے
سے کر سکتی ہے اور یہ ہر دو امر ایسے ہیں کہ ایک کو ہم کرتے ہیں دوسرے کو
آریہ سماج کے پرمیش مگر ہمارے نزدیک اور ہر ایک اہل انصاف کے نزدیک
انسانی وجود بسبب اشرف المخلوقات ہونے کے مخدوم ہے اور ہر دنیا
و ما فیہا کی ہر ایک ایسی چیز کے لئے بطور خادم کے ہے ۔ نیز یہ کہ اعلیٰ درجہ
کے وجود پر ادنے درجہ کے وجود قربان ہو جاتے ہیں مثال کے طور پر بادشاہ
کی خاطر اُس کے لشکر کے سر کٹانے پر خیال کرنا کافی ہے ۔ پس بدیں لحاظ
ہمارا گائیں بکری وغیرہ کو ذبح کر کے کھانا بطور جرم کے نہیں بلکہ محض اسلئے
ہے کہ یہ چیزیں محض ہمارے استعمال کے لئے پیدا کی گئیں ہیں اور کہ یہ ہماری
خوراک ہیں اور ہمارے لئے بطور خادم کے ہیں ۔ آریہ ۔ جو بات انسان
سے ہونا ناممکن ہے وہ تو مجبوری ہے مگر جو ہو سکے اُس کا نہ کرنا درست
نہیں مثلاً یہی غور کیجئے کہ گائیں و بکری کا گوشت اُن کو ذبح کر کے نہ کھائیں
تو نہیں کھا سکتے ہیں مگر پانی پینے سانس لینے وغیرہ کے بغیر گذارہ نہیں
ہو سکتا ۔ میں ۔ یہ بھی غلط ہے کیونکہ نہ ہو سکنا دوسری چیز ہے اور نہ
کرنا دوسری چیز ہے وہ اس طرح پر اگر بقول آپکے ہم گائیں بکری کو
ذبح کر کے نہ کھائیں تو نہیں کھا سکتے ہیں میں کہتا ہوں کہ آپ سبزی
نہ کھائیں تو نہیں کھا سکتے ہیں پانی دودھ نہ پیئیں تو نہیں پی سکتے ہیں

* مجھکو عیسائیوں کی حالت پر سخت افسوس آتا ہے کہ ایک طرف تو انھوں نے
یسوع کو خدا اور خدا کا بچہ بنایا اور دوسری طرف اُسکو اپنے گناہوں کا کفارہ گردانا حالانکہ
یہ اصول دراصل محض غلط ہے کیونکہ اگر فی الواقع وہ خدا کا (نعوذ باللہ) بچہ تھا تو وہ سارے
جہان کے گناہ اُٹھا کر کفارہ نہیں ہو سکتا بلکہ اگر تمام جہان کی عیسائی اُسکے لئے بدلہ کفارہ ہو سکتے تو نہایت
معقول بات تھی کیونکہ یہ بات نیچر میں صاف نظر آ رہی ہے کہ اعلیٰ پر ادنیٰ قربان ہو ([illegible] منہ)

پھر وہ بھی اُسی حالت میں کہ جب اس بات کو جانتے ہیں کہ وہ آپ جیسے جیو رکھتے ہیں اگر کہیں کہ اس طرح زندہ رہنا محال ہے تو میں کہتا ہوں کہ آپ کے اصول کے بموجب آپ کا اپنے تئیں تباہ کرنا بہتر ہے بجائے اسکے کہ دوسروں کو تباہ کریں جیسا کہ آپ کے ہاں حکم ہے کہ "اہنسا پرمو دھرما" پس آپ اپنے کو تباہ کرلیں تاکہ آگے واں جون کرنے کے مرتکب نہ ہو سکیں۔ آریہ۔ جان بوجھکر ہلاک کرنا پاپ میں داخل ہے اور جو بے جانے بوجھے پاؤں کے نیچے کچلے جاویں یا پانی و دودھ کے ذریعہ ہلاک ہوں یا سانس کے ذریعہ وہ چونکہ جان بوجھکر نہیں ہیں اس لئے قابل مواخذہ نہیں۔ میں۔ جب یہ آپکا مسلم امر ہے اور اس کو قبول کرنے کی وجہ سے آپ تناسخ کے اڑنگے میں پھنسے ہوئے ہیں کہ ہر ایک جاندار کیڑوں مکوڑوں درختوں چوپایوں وغیرہ میں روحیں ہیں جو کسی وقت انسانی چولے میں تھیں تو پھر کون ایسا دل و گردہ والا ہے کہ مان سکے کہ آپ ان جانداروں کو بے جانے بوجھے ہلاک کرتے ہیں کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ پانی و دودھ بیہوشی کی حالت میں پیا کرتے ہیں یا سبزی کے پودے سوتے میں کاٹا کرتے ہیں یا چلتے وقت بے تحاشہ پیروں کے نیچے ہزاروں جانداروں کو بے جانے بوجھے مسل ڈالتے ہیں؟ آریہ۔ یہ کام تو بہت مشکل ہے کہ کوئی جان بھی نہ ماری جا سکے۔ میں۔ یہ کام مشکل ہے تو ثابت ہوا کہ نیچر نے ہی اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ بعض وجود بعض وجود کی خوراک ہوں۔ اندریں صورت میں آپ کے اصول کو مدنظر رکھکر کہہ سکتا ہوں کہ ذی روح ذی روح کی غذا ہے لہذا ثابت ہوا کہ گائیں یا بکری کا ذبح کر کے چٹ کر جانا خود نیچر نے جائز رکھا ہے۔ اور اسی لئے گائیں بکری پر ہمکو مسلط کر دیا ہے اور گائیں کے حامیوں کو جو اُن کے ذبح کرنے سے روکتے تھے ہمیشہ شکست پر شکست ملتی رہی اگر ان کا ذبح کرکے کھانا خلاف نیچر ہوتا تو یہ حامی کامیاب ہوتے مگر جہاں تک تاریخ پر نظر کی جاتی ہے گائیں کے حامی ہی ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھتے رہے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ ہمارے فائدہ کے لئے ہی پیدا کی گئی ہیں اور یہ صاف ظاہر ہے کہ بغیر انکے ذبح کرنے کے کام نہیں چلتا دنیا میں چمڑے سے ہزاروں کام لئے جاتے ہیں آریوں کو بھی چمڑے کی ضرورت پیش آتی ہے اگر مرنے پر ان کی اس ضرورت کو پورا کیا جاتا تو پوری نہ ہوتی کیونکہ مرنے سے اسقدر ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ اول تو ہر ایک گاؤں یا شہر میں اپنی موت سے شاید دو یا تین مرتے ہونگے دوسرے مرے ہوئے کا چمڑہ نہایت خراب حالت اور ردی حالت کا شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں سے طاقت زائل ہو جاتی ہے۔ اور چمڑے کی جس قدر ضرورت رہتی ہے اُس کا اندازہ لگانا محال ہے ہر ایک مرد و عورت کی اگر جوتیوں کا ہی اندازہ کیا جاوے تو کسقدر چمڑہ کی ضرورت رہتی اس کے علاوہ اور بہت سے کام چمڑہ سے لئے جاتے ہیں پس اگر گائیں اور بکری وغیرہ کو ذبح نہ کیا جاوے اور صرف مرنے کا انتظار کیا جاوے تو کام نہیں چلتا۔ پس بتلائیے کہ اعتراض کیا رہا۔ اسکے بعد آریہ کو زیادہ بولنے کی جرأت نہ ہو سکی اور مبہوت ہو کر رہ گیا فالحمد للہ علی ذالک فقط۔

نوٹ۔ اگر کوئی آریہ صاحب اسکا جواب دینا چاہیں تو اُن کو لازم ہے کہ جس اخبار میں جواب شائع ہو اُس کی ایک کاپی پبلک لائبریری لاہور چھاؤنی کے سکرٹری صاحب کی خدمت میں ضرور بضرور ارسال کر دیں تاکہ ہم اُن کی قابلیت کے قائل ہو سکیں تاکید جانیں (خاکسار محمد حسین از لاہور چھاؤنی)

وصیت نمبر ۱۰۸

بخدمت جناب سکرٹری صاحب کارپرداز مصالح قبرستان۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (۱) میں مسمی عبدالعزیز ولد نبی بخش قوم ککے زئی سکنہ امین آباد تحصیل و ضلع گوجرانوالہ۔ بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۸ جون سنہ ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔

(۲) میں اقرار کرتا ہوں کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رئیس قادیان ضلع گورداسپور کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں اور ان کا مرید اور پیرو ہوں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے رسالہ الوصیۃ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے بتاریخ ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء شائع ہوا ہے۔ تمام و کمال پڑھ لیا ہے میں اُن ہدایات کا جو اُس میں درج ہیں پابند ہوں اور ایسا ہی میں اُن تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد اور شرائط کا بھی پابند رہونگا۔ جو رسالہ الوصیۃ کے بعد حضرت مسیح موعود کی طرف سے یا اُن کی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے بہشتی مقبرہ واقعہ قادیان کے متعلق یا دیگر اغراض انجمن مذکور کے متعلق شائع ہوئے یا آئندہ شائع ہونگی میں اُن تمام کا اب بھی میرے ورثاء میرے مرنے کے بعد ان تمام ہدایات و ضوابط و قواعد و شرائط مشتہرہ انجمن کے معاملہ وصیت ہذا میں پابند رہینگے۔

(۳) اس وقت سوائے تنخواہ سرکاری کے جو فی الحال مجھے مبلغ ۱۲ روپیہ ماہوار ملتے ہیں اور جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میرے قبضہ میں نہیں ہے اسواسطے میں موجودگی آمدنی کا دسواں حصہ مبلغ ۱؍۲ روپیہ ماہ بماہ دیتا رہوں گا۔

(۵) میں اقرار کرتا ہوں کہ آج کی تاریخ کے بعد اگر میں کوئی اور جائیداد پیدا کروں یا میرے مرنے کے بعد کوئی جائیداد میری متروکہ ثابت ہو تو ایسی جائیداد سے متعلق میری یہ وصیت ہے کہ میرے مرنے کے بعد اس جائیداد کو میری بقیہ جائیداد سے الگ کرے یا اس میں شامل رہنے دے وہ اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت وصول کرے یا فروخت نہ کرے تو اس وصیت کردہ جائیداد سے مفاد اُٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے۔ غرضیکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جائیداد کی مالک متصور ہوگی میرے کسی وارث کو خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی میری اس وصیت کردہ جائیداد سے کوئی تعلق نہیں اگر میری جائیداد وصیت کردہ کی قیمت بڑھ جاوے تو اُس کی مالک بھی انجمن مذکور ہے۔ میں ایسی جائیداد کی انجمن مذکور کو اطلاع وقتاً فوقتاً دیتا رہوں گا۔

(۶) میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے پر میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں قادیان میں فوت نہ ہوں تو احمدی جماعت میری نعش ایک صندوق میں بند کرکے حسب ہدایات انجمن مذکور جو اب شائع ہو چکی ہیں یا آئندہ شائع ہوں گے دارالامان قادیان میں پہنچائی جاوے۔ اور وہاں مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے سپرد کی جاوے۔

(۷) میری یہ بھی وصیت ہے کہ میری تجہیز و تکفین اور میری نعش کو قادیان شریف پہنچانے اور وہاں دفن کرنے کے متعلق جس قدر خرچ اخراجات ہوں ان اخراجات کی متکفل میری یہ وصیت کردہ جائیداد جسکا ذکر میں نے فقرہ چہارم و پنجم میں کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ان اخراجات کو مجلس مذکور کی طرف سے میں کراؤنگا۔ اور اگر ان اخراجات کے لئے میں کوئی رقم اپنی زندگی میں الگ نہ کر سکا اور ایسا ہی اگر وہ رقم ادا کردہ اصلی اخراجات سے کم ہوئی تو میری دیگر متروکہ جائیداد جس میں یہ وصیت کردہ جائیداد شامل نہ ہوگی۔ ان اخراجات کی متکفل ہوگی اور میرے ورثاء ان اخراجات کے ادا کرنے کے ذمہ وار ہوں گے جو میری روح کی نجات کا باعث ہونگے اور میرے پسماندگان ان اخراجات کو اہم اور ضروری جانکر ضرورت شرعی سمجھینگے۔

(۸) یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ وصیت صرف ابتغاء لوجہ اللہ کی ہے اور اگر

حالات آئندہ کے ماتحت جن کا مجھے اس وقت علم نہیں ہے میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو اس صورت میں بھی میری یہ وصیت جو میں نے اپنی جائیداد کے متعلق کی ہے اور جس کا ذکر فقرہ نمبر ۲ و ۵ میں کیا گیا ہے درست اور قائم رہیگی لیکن یہ ضروری ہوگا کہ میری نعش کو مقبرہ بہشتی میں پہنچانے کی کوشش کیجاوے اور جب تک مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اجازت نہ دے میری نعش اور کہیں دفن نہ کیجاوے بلکہ امانت کے طور کسی اور جگہ دفن کی جاسکتی ہے۔

یہ اگر حسب فقرہ ۵ میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو جو اخراجات متعلق انتقال نعش میں جمع کرا چکا ہوں گا یا میری جائیداد متروکہ سے وصول ہوئے تھے اسکو بھی وصول کرنے اور خرچ کرنیکا اختیار میرے ورثا کو نہ ہوگا۔ بلکہ مجلس کو ہوگا۔ الراقم

موصی عبدالعزیز ارائین آبادی حال مقیم قادیان ضلع گورداسپور مورخہ ۸ جون سنہ ۱۹۰۶ء

گواہ شد ـــــــ

محمد سرور شاہ مدرس عربی مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان ۱۲ جون سنہ ۱۹۰۶ء

گواہ شد ـــــــ

ضیاء اللہ مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان ۱۲ جون سنہ ۱۹۰۶ء

وصیت ۱۰۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم ـ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

منکہ محمد علی ولد حافظ فتح الدین قوم ارائیں ساکن قادیان ضلع گورداسپور ایڈیٹر و مینیجر ریویو آف ریلیجنز و سکرٹری انجمن احمدیہ قادیان دارالامان ـ ۱ ـ میں بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلاجبر و اکراہ اپنی رضامندی اور خوشی سے حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور عہد دیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس پر عمل ہو۔

۲ ـ میں نے رسالہ الوصیت کو جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء کو شائع کیا ہے اور ضمیمہ رسالہ مذکور جو حضرت صاحب نے ۶ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء کو رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں شائع کیا ہے تمام و کمال پڑھ لیا ہے ـ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ پر اور اسکے برگزیدہ رسول حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اللہ تعالیٰ کی پاک کلام اور مقدس وحی قرآن پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں اور ایسا ہی صدق دل سے یہ ایمان رکھتا ہوں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق اس زمانہ میں جو آخری زمانہ ہے دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور انکے تمام دعاوی سچے اور منجانب اللہ ہیں ـ اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے بچشم خود بہت سے ایسے نشانات حضرت مسیح موعود کے مشاہدہ کئے ہیں ـ جو انسانی طاقت سے بہت بالاتر اور اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اور اسلام کی صداقت پر دلائل قاطع ہیں ربّ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین ـ میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ جہانتک میری طاقت اور سمجھ ہے ـ میں اُن تمام ہدایات اور وصایا کا پابند رہوں گا ـ وما توفیقی الا باللہ العظیم ـ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے رسالہ الوصیت یا اس کے ضمیمہ میں شائع ہو چکے ہیں یا آئندہ شائع ہوں گے یا آئندہ اُن کی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کیطرف سے شائع ہونگے یا شائع ہو چکے ہیں نیز معاملہ وصیت ہذا میں میرے تمام ورثا بھی ان قواعد و ہدایات مذکورہ بالا کے پابند رہینگے ـ

آج کی تاریخ جو ۶ جون سنہ ۱۹۰۶ء ہے ـ میں یہ وصیت کرتا ہوں ـ کہ میرے مرنے کے بعد جس قدر جائیداد میری منقولہ یا غیر منقولہ ہو ـ جسکو صدر انجمن احمدیہ یا کوئی کمیٹی انجمن مذکور کے میرا متروکہ قرار دے ـ ایسے دو حصوں پر تقسیم کیاجاوے یعنی ایک وہ جائیداد جو میں نے اس آمدنی سے پیدا کی ہے یا کروں ـ جو صدر انجمن احمدیہ یا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے کسی مفوضہ کام کے عوض میں مجھے بطور حق الخدمت اس سلسلہ یا انجمن مذکور یا اُس کی کسی شاخ یا کمیٹی کی طرف سے حاصل ہوئی ہے یعنی ایسی کل جائیداد کو میری ذاتی جائیداد تصور نہ کیا جائے بلکہ اسے سلسلہ احمدیہ یا صدر انجمن احمدیہ کی جائیداد ہی سمجھا جائے ـ اس میں میرے کسی وارث کا حق نہ ہوگا ہاں اگر میری دوسری قسم کی جائیداد سے جس کا ذکر میں آگے کرتا ہوں ـ میرا کوئی قرضہ ادا نہ ہو سکے ـ یا تجہیز و تکفین کے اخراجات ادا نہ ہو سکیں یا میری دوسری قسم کی کوئی جائیداد مطلق ثابت نہ ہو تو ایسا قرضہ اور اخراجات مذکورہ بالا میری اس جائیداد قسم اول سے ہی ادا کئے جائیں ـ دوسری قسم جائیداد کی وہ ہوگی ـ جو مجھے کسی اور طرح سے حاصل ہو یا میں نے کسی اور طرح سے پیدا کی ہو ـ اس جائیداد میں سے اول اگر کوئی قرضہ میرے ذمہ ثابت ہو تو وہ ادا کیا جاوے ـ اور ایسا ہی میری تجہیز و تکفین کے اخراجات ادا کئے جاویں ـ اس کے بعد جو کچھ رہے اس میں سے ایک تہائی انجمن صدر احمدیہ کو دیجاوے ـ اور دو تہائی حسب حصص شرعی میرے ورثا میں تقسیم کی جاوے ـ اس کل جائیداد کے متعلق جو اول یا قسم ثانی سے صدر انجمن احمدیہ کو میری متروکہ میں سے حسب وصیت ہذا ملے انجمن مذکور کو کامل اختیار ہوگا کہ جس طرح چاہے اس کو تصرف میں لاوے ـ نیز اس وصیت کے مطابق عمل کرنے کے لئے بھی میں صدر انجمن احمدیہ کو ہی اختیار دیتا ہوں یعنی انجمن مذکور ہی اس امر کا فیصلہ کرے گی کہ کونسی جائیداد میری کس قسم کی ہے ـ اور اس میں اس کی رائے قطعی ہوگی ـ نہ میرے کسی وارث کی ـ اور ایسا ہی تقسیم حصص بھی انجمن ہی کرے گی ـ ہاں انجمن ہذا کو اختیار ہوگا کہ اپنی طرف سے ان امور کے تصفیہ کے لئے ایک یا زیادہ اشخاص کو یا کسی کمیٹی کو مقرر کردے اور ایسا ہی میری تجہیز اور تکفین کا انتظام بھی صدر انجمن احمدیہ ہی کریگی اور جہاں چاہے دفن کرے اس کا اثر وصیت ہذا کے کسی حصہ پر نہ ہوگا ـ فقط مورخہ ۶ جون سنہ ۱۹۰۶ء

گواہ شد ـــــــ ـ محمد صادق عفی اللہ عنہ قادیان ـ

العبد ـــــــ محمد علی بقلم خود

گواہ شد ـ خاکسار یعقوب علی ایڈیٹر الحکم بقلم خود ۶ جون سنہ ۰۶ء

کیا ثناء اللہ مان لیگا؟

امرتسری منکر مولوی ثناء اللہ امرتسری عجیب و غریب مذبوحی حرکات کرنے کا عادی ہے اور اس کی چشم بینا ایسی بند ہے کہ وہ دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا اور سنتا ہوا نہیں سنتا جب کوئی نشان پورا ہوتا ہے تو وہ اپنے اسلاف منکروں کے نقش قدم پر چل کر کہدیتا ہے ـ

سحر مستمر

ڈاکٹر ڈوئی مفتری رسول کی موت کی پیشگوئی پوری ہونے پر وہ مجھے کہتا ہے کہ تمہیں کھانا حرام ہے جب تک مہاتما گرشن کی اصل پیشگوئی مع تاریخ شایع نکرو "تا سیہ روے شود ہر کہ درو غش باشد" میں امرتسری منکر کی قسم کی پروا کرتا ہوں اور درو غگو را تا بخانہ اش باید رسانید پر عمل کرنے کے لئے اسے الحکم ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ کے پڑھنے کی تکلیف دیتا ہوں ـ جہاں پیشگوئی کے اصل الفاظ درج ہیں ـ اب اگر ثناء اللہ راستباز ہے تو اس کو تسلیم کرے اور اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے تو سچائی سے اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور تکذیب سے باز آوے ـ ایڈیٹر الحکم

۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء (۱) میرا دشمن ہلاک ہو گیا۔ یہ شخص اس دا لیکھا خدا نال جا پیا ہے۔

(تشریح) یعنے عنقریب میرا دشمن ہلاک ہو جائیگا اور پھر اس کا خدا سے معاملہ پڑے گا۔

(۲) میرے دشمن ہلاک ہو گئے (۳) ان اللّٰہ مع الابرار

یعنے آیندہ عنقریب ہلاک ہوں گے۔ خدا نیکوں کے ساتھ ہے

(۴) کوئی درباری میرے حلقۂ اطاعت سے گذرنے نہ پاوے کوئی درباری اس جرم پر سزا سے محفوظ نہیں رہیگا۔

(تشریح) یعنے جو شخص خدا سے تعلق رکھنے والا ہے اس کا تعلق قائم نہیں رہ سکتا جبتک وہ مجھے قبول نہ کرے۔ اور جو شخص اس حکم سے لاپروا ہو وہ سزا سے محفوظ نہیں رہیگا۔

(۵) سلطان عبد القادر

(تشریح) اس الہام میں میرا نام سلطان عبد القادر رکھا گیا کیونکہ جیسا کہ سلطان دوسرے وزیر حکمران اور نیچے ہوتا ہے اسی طرح مجھکو تمام روحانی درباریوں پر افسری عطا کی گئی ہے یعنے جو لوگ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے ہیں ان کا تعلق نہیں رہیگا جبتک وہ میری اطاعت نہ کریں اور میری اطاعت کا جوا اپنی گردن پر نہ اٹھائیں۔ یہ اسی قسم کا فقرہ ہے جیسا کہ یہ فقرہ کہ قدمی ھٰذہ علی رقبة کل ولی اللّٰہ۔ یہ فقرہ سید عبد القادر رضی اللہ عنہ کا ہے جس کے معنے ہیں کہ ہر ایک ولی کی گردن پر میرا قدم ہے۔

(۶) احل لہ الطیبات۔ قل ما فعلت الا ما امرنی اللّٰہ۔

(تشریح) اس سلطان عبد القادر کے لئے وہ تمام چیزیں حلال کی گئیں جو پاک ہیں۔ کہ میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جو خدا کے حکم کے برخلاف ہو بلکہ وہی کیا جو خدا نے مجھے فرمایا۔

پھر بعد اس کے کشفی رنگ میں وہ مقبرہ مجھے دکھلایا گیا جس کا نام خدا نے بہشتی مقبرہ رکھا ہے۔

اور پھر الہام ہوا کل مقابر الارض لا تقابل ھٰذہ الارض۔ یعنے زمین ہند کے تمام قبرستان اس زمین سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یعنی اس زمین کو جو برکتیں دی گئیں وہ برکتیں تمام پنجاب اور ہندوستان میں کسی اور قبرستان کو نہیں دی گئیں۔

پھر میں نے دیکھا کہ ایک راہ پر چل رہا ہوں اور میرے ساتھ میرا لڑکا مبارک احمد اور اسکی والدہ ہے اور مجھے خیال گذرتا ہے کہ مرزا غلام قادر مرحوم بھی جو میرے بھائی ہیں میرے ساتھ ہیں اور راہ میں اسقدر زنبور ہیں کہ ٹڈی دل کی طرح زمین پر پھیل رہے ہیں اور ایک میری ناف کے اندر بیٹھ گیا ہے اور پھر اڑ گیا مگر کسی نے ضرر نہیں پہنچایا اور ہم سب ایک مسجد میں داخل ہو گئے ہیں اور مسجد میں بھی گرد اگرد زنبور ہیں مگر ہم ان کی شر سے محفوظ رہے ہیں۔

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ ہفتہ زیر اشاعت میں بھی بارش ہوئی۔ اور باد و باراں کا خوفناک طوفان آیا اور گرد و نواح سے ژالہ باری کی خبریں بھی آئیں۔ گاؤں میں طاعون کی واردات ہوئی ہیں مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ مہلک اور خوفناک نہیں بجالیکن نواح کے بعض دیہات میں خوفناک بازار موت گرم ہے۔

۲۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت اور خدام بحمد اللہ خیریت سے ہیں حقیقۃ الوحی لکھی جا رہی ہے۔ اور امید کیجاتی ہے کہ جلد شایع ہو۔

۳۔ ایسٹر کی تعطیلات سے اس مرتبہ احباب نے غیر معمولی فائدہ اٹھایا اور اکثر احباب دار الامان حاضر ہوئے۔ خصوصیت سے سیالکوٹ کی جماعت کے برگزیدہ رکن میر حامد شاہ اور چودھری مولا بخش صاحب اور دیگر احباب اور لاہور سے خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر صاحب کے والد ماجد اور برادر معظم اور مولوی صدر الدین صاحب ایسا ہی امرتسر سے ماسٹر قادر بخش صاحب اور دیگر احباب اور کپورتھلہ سے منشی ظفر احمد صاحب اور عثمان آباد (دکن) سے سید عظیم الدین صاحب وکیل مع اہل و عیال تشریف لائے اسطرح بہت سے بھائی سعادت اندوز ہوئے۔

۴۔ ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کو بعد نماز عصر برادرم منشی عبد اللہ سنوری کے صاحبزادہ رحمت اللہ کا نکاح منشی ہاشم علی صاحب کی دختر کے ساتھ پانسو روپیہ مہر کے عوض حضرت اقدس علیہ السلام کی حاضری میں وکالتاً ہوا۔ حضرت حکیم الامۃ نے حسب معمول خطبہ پڑھا جس میں نکاح کے پاک اغراض اور مستورات کے ساتھ حسن سلوک کا وعظ فرمایا جسکا خلاصہ پھر دیا جاویگا آپ نے لطیفہ کے طور پر احیاء سنت کی غرض سے یہ بھی فرمایا کہ ایسے موقع پر خرمے ہونے چاہئیں جنکو انکی نرمی کے باعث نور الدین بھی کھا سکے مگر لوگ چھوہارے لاتے ہیں۔

۵۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبل نماز جمعہ برکات گورنمنٹ انگلشیہ پر ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔

ارشاد واجب الانقیاد

"قادیاں کے آریہ اور ہم" یہ مختصر سا رسالہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاوی کا خدائی شاہد ہے اور اس قابل ہے کہ کثرت سے اسکی اشاعت ہو۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ہمارے دوست اسکی ایک ایک یا زیادہ کاپیاں یعنے جسقدر وہ مقدرت رکھتے ہوں ضرور خریدیں۔ بہت سی کاپیاں اسکی مفت تقسیم ہو چکی ہیں اور ضرورت ہے کہ ہر ایک کے ہاتھ میں یہ حربہ ہو تا وہ اپنے ہندو اور آریہ واقفوں کو دکھا سکے اس لئے ہر شخص کو خواہ وہ پڑھ سکے یا نہ پڑھ سکے اسکی ایک یا ایک سے زیادہ کاپیاں خریدنی چاہئیں۔ درخواستیں میر مہدی حسین صاحب مہتمم کتب خانہ حضرت اقدس کے نام بمقام قادیان آنی چاہئیں اسکی قیمت صرف ۲ر ہے

ہُنر بچشم عدُو بزرگتر عیبے ست

جب عداوت انسان کے دل و دماغ پر محیط ہو جاتی ہے تو اسے سچائی کے سمجھنے اور قبول کرنے سے روک دیتی ہے۔ یہاں تک کہ عمدہ سے عمدہ جوہر اور بہتر سے بہتر قابلیت اور خوبی بھی اس کی نگاہ میں بدترین عیب اور بُرائی نظر آتی ہے۔ یہی حال لاہور کے آریہ اخبار **پرکاش** کا ہے۔ حال میں اس نے اپنی ۶ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء کی اشاعت میں سلسلہ احمدیہ کے برگزیدہ پیشوا کی شان میں اپنی اسی فرزانگی اور دانشمندی کی بنا پر جو نیوگ کا بوٹا تی مان ہر سے حاصل ہوتی ہے ایک نوٹ لکھا ہے :-

کہ "مرزا صاحب بھی اپنے تئیں ایک خود مختار حاکم سمجھتے ہیں چاہے ان کی حکومت کا دائرہ چند شخصوں تک ہی محدود ہو اور یہ ہیں بھی خود مختار پرلے درجے کے۔ کیونکہ جہاں دُنیا کے بڑے سے بڑے خود مختار کے خلاف رعایا کے سامنے اپیل کی جاسکتی ہے وہاں مرزا صاحب کی عدالت میں ایسی اپیل کی گنجایش نہیں کیونکہ جو لوگ اپنے گلے میں مرزا صاحب کا طوق مریدی پہنتے ہیں ان کو سمجھا دیا جاتا ہے کہ انکی حیثیت ایک آزاد انسان کی نہیں رہیگی بلکہ بھیڑ بکری کی سی رہ جاویگی جدھر چاہا ہانک لگا لیا"

مادی دُنیا کے تاریک کونوں میں دبکا ہوا پرکاش کا ایڈیٹر **آزاد انسان** کی حیثیت سے محض ناواقف ہے۔ وہ تبلاوے جو آریہ سماج کا اسیر اور کھوک، پیاس، پیشاب، اور پاخانہ تک کا پابند ہو ہمیں نہیں سمجھتا کہ پرکاش کا ایڈیٹر اسے آزاد کیونکر قرار دے سکتا ہے؟ کیا وہ خود آزاد ہے؟ اور کیا میونسپلٹی تک کے قوانین کا پابند نہیں؟ کیا گورنمنٹ کے احکام کی پابندی اس پر لازم نہیں؟ کیا مذہبی حیثیت سے آریہ سماج کے اصولوں اور ان میں سے بھی گھاس خور پارٹی کی ہدایتوں کو ماننے والا نہیں؟ اگر ان پابندیوں کے شکار پنجوں میں جکڑا ہوا ہے اور یہ تمام طوق اور زنجیر اسکے گلے میں پڑے ہوئے ہیں تو پھر وہ آزاد کہلانے کا کیا حق رکھتا ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ پرکاش کا ایڈیٹر اتنا بھی آزاد نہیں جتنا ایک بچہ کیونکہ وہ بھی اپنی ماں کی گود میں بیٹھکر اب پاخانہ اور پیشاب نہیں کرسکتا۔ اور ننگا ہو کر گلی کوچہ میں نہیں پھر سکتا جیسے بچپن میں پھرا کرتا ہوگا۔ اگر وہ ایسا ہی آزاد ہے تو ایسا تماشہ کر کے دکھاوے۔ ہم بھی اسکی آزادی کی نمایش دیکھ لینگے۔ پھر کیا وہ اپنے گھر کے اندر ایک خود مختاری کی حکومت نہیں رکھتا۔ کیا وہ اجازت دے سکتا ہے کہ ہر شخص جو چاہے اور جس وقت چاہے اور جس حالت میں چاہے اسکے گھر میں گھس آوے۔ اور وہ پروا نکرے؟ کیا اسنے اپنی بیوی اور بچوں کو جنگل کے وحشیوں کی طرح کُھلا چھوڑا ہوا ہے کہ جدھر ان کا منہ اُٹھ جاوے بھاگ جاویں اور جو چاہیں کریں۔

اِن تمام سوالات کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ پھر **آزادی** کیا ہوئی؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ آزادی اور خود مختاری کے الفاظ ہی سنکر خوش ہو جاتے ہیں اور زبان سے ان کو دہرانے رہنے ہی اپنی آزاد منشی کا تمغہ سمجھتے ہیں لیکن انھوں نے اس کے فلسفہ پر کبھی غور کیا ہی نہیں اور نہ ان کے مذہب نے اس حقیقت کو ان پر کھولا۔

دُنیا کی تمام متمدن اور غیر متمدن قوموں کو دیکھو کہ کیا عملی طور پر کبھی ایسا ہوا ہے کہ وہ بالکل کسی حاکم یا افسر سے بے نیاز یا آزاد ہوئے ہوں؟ ہرگز نہیں۔ یہ انسانی فطرت کا عملی **سبق** ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان بالطبع ایک **امام** اور حکمران کو چاہتا ہے قطع نظر اس کے وہ روحانی ہو یا جسمانی۔ کیا **پرکاش** کے ایڈیٹر نے فرانس کے انقلاب کی تاریخ نہیں پڑھی؟ جہاں شاہی خاندان کو برباد کرنے والے لوگ جو بادشاہ کے **لفظ** سے چڑتے تھے اور بالاخر انھوں نے شخصی حکومت کا خاتمہ بھی کر دیا اس انقلاب کے وقت فرانس کے گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہ گئی تھیں لیکن اس کشت و خون کا انجام کیا ہوا؟ یا **جمہوری حکومت** کے شیدائیوں نے ہزاروں خونوں کے معاوضہ میں زریں ہوئی آزادی کو ایک **پریسیڈنٹ** انتخاب کر کے بیچ نہیں دیا۔ اس سے بڑھکر انسانی فطرت کے نقوش پڑھنے کے لئے اور کونسا موقعہ اور نظارہ ہوگا۔ جبکہ اس نظام ظاہری میں آزادی اور **لبرٹی** کی صدائیں لگانے والوں کو بالاخر ایک افسر اور سرگروہ کی ضرورت ہے جو ایسا ہی اختیار اور صاحب اقتدار ہو کہ سب کو ایک جھنڈے میں قائم رکھے اور مختلف خیالات اور جذبات کو دور کر کے ایک ہی سلسلہ انتظام میں منسلک کرے اسی طرح پر روحانی حکومت اور باطنی نظام کے لئے ایک خاص فرد کا ہونا لازمی اور ضروری امر ہے اور یہ فرد اصل امام کہلایا کرتا ہے۔ اور اگر پورے طور پر اس کی اتباع اور فرمانبرداری نہ ہو تو یہ نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لئے جو جماعت اور قوم یہ لوگ طیار کرتے ہیں چونکہ وہ خدا تعالیٰ کے ارشاد اور منشاء کے ماتحت ہوتی ہے اس لئے وہ اپنی ہستی اور آرزوں کو اس کے حکم کے سامنے محض ہیچ اور عدم یقین کرتے ہیں اور کسی قوم کو **قوم** بنانے اور اس میں زندگی کی روح نفخ کرنے کا یہی گر ہے لیکن یہ **قابلیت** غیر کو نہیں مل سکتی اسی کو دیجاتی ہے جو خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ امام اور منتخب **خلیفہ** ہو۔ پنڈت دیانند جی نے ایک قوم بنانی چاہی لیکن کیوں **نامراد** رہا محض اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اسکو منتخب نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ ہے جو آریہ سماج باوجودیکہ اس میں مادی دُنیا کے فرزند اور آپ جیسے **عقلمند** داخل ہیں لیکن وہ تین تیرہ اور بارہ باٹ ہو رہے ہیں کیا یہ اسی آزادہ سری کا نتیجہ نہیں کہ ہر ایک لیڈر بننا چاہتا ہے اور دوسرے کی نکتہ چینی ہی اپنی زندگی کا کمال اور مقصد اصلی یقین کرتا ہے۔ یہی وہ سر ہے جسکی وجہ سے آریہ سماج کی موت کے سامان تم آپ کر رہے ہو اور پھر اس کا تاوان ہم اٹھاتے ہو۔

مگر ہم اس آزادی اور خود سری کو جو خدا تعالیٰ سے دور لیجاوے اور نوع انسان کے امن کی مخل اور تکلیف دہ ہو اس **غلامی** پر جو امن اور امان کی زندگی بسر کرنے کے لئے **فرشتہ رحمت** ہے اور جو ہماری اخلاقی عملی ملکی مجلسی برائیوں کے دور کرنے کا زبردست ذریعہ ہے جو وحشیوں کو انسان اور انسانوں کو **با اخلاق** انسان اور بالاخر **باخدا انسان** بنانے کی ایک ہی **راہ** ہے **اکسیر** اور حرز جان یقین کرتے ہیں۔ انسانی تکمیل اور ترقی معراج کی یہی **سیڑھی** ہے اور اسی کو خالق فطرت خدا کی **مجید کتاب** نے بیان کیا ہے جہاں فرمادیا۔

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ

پس جب تک مامور کی کامل اطاعت کا جُوا انسان اپنے کندھے پر نہ رکھلے وہ **بامراد** اور کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اور خدا تعالیٰ کے **ماموروں** اور مرسلوں کو باوجودیکہ ان کے پاس قہری حکومت نہیں ہوتی ایک ایسی **قوت** دیجاتی ہے کہ جو لوگ ان کے ساتھ اپنا سچا تعلق پیدا کرتے ہیں وہ اپنی **خواہش** اور ارادے پر موت وارد کرکے ساتھ ہوتے ہیں اور یہی انسانی فطرت کی تکمیل کی راہ ہے۔ یہی قوم بنانے کی اصل ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ تم نے خود مان لیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کو یہ قوت حاصل ہے پس ہم اسپر فخر کرتے ہیں تمہاری مادر پدر آزادی پر ایسی غلامی کو ہزار جان سے ترجیح دیتے اور اس آزادی پر لعنت بھیجتے ہیں جو انسانی فطرت کا منشاء اور سچا تقاضا نہیں کیونکہ

سچی آزادی اور رستگاری اسی غلامی میں ہے

مگر وہ لوگ جو وحشیوں کی زندگی پسند کرتے ہوں کیونکہ وہ سب سے بڑھکر آزاد اور مطلق العنان ہیں اور کتوں اور ریچھوں اور گدھوں اور گدھیوں کی طرح اپنا انسانوں کو بدلنا چاہیں وہ اس غلامی کی قدر کیا سمجھتے ہیں! ام سیٹھ ...

احمدیوں کے قتل کا فتوے

یہ مضمون حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان نے اپنے رسالے میں لکھا ہے جو کہ صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب مرحوم کی شہادت کے واقعہ پر سراج الاخبار نے ایک بیہودہ مضمون شائع کر کے اپنی علمی پردہ دری کی ہے صاحبزادہ صاحب نے نہایت قابلیت سے اسکا جواب دیا ہے۔ جماعت جہلم نے وہ مضمون میرے پاس بغرض جواب بھیجا تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے اسپر کسی مزید بحث کی حاجت نہیں چھوڑی اس لئے میں اس کو ہی درج کر دیتا ہوں۔ امید ہے یہ مضمون پوری دلچسپی سے پڑھا جاویگا اور اس مضمون کے اندراج سے یہ بھی غرض ہے کہ الحکم کے ناظرین اندازہ کر سکیں کہ تشحیذ الاذہان میں کیسی قابلیت سے عالمانہ مضامین نکلتے ہیں اور انہیں اس طرح پر رسالہ مذکور کی قدر دانی کا موقع ملے ——— ایڈیٹر

قریباً ایک ماہ یا کچھ زیادہ عرصہ ہوا۔ کہ میں نے ایک آرٹیکل اس مضمون کا اخبار بدر میں دیا تھا کہ امیر صاحب جبکہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے علی گڈھ کے موقعہ پر کہا ہے۔ تو کیا وجہ کہ احمدی فرقہ پر وہ نظر نہیں اور کیا وجہ کہ انھوں نے صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کو صرف اس لئے کہ وہ جہاد کے منکر اور حضرت مرزا صاحب کے مرید ہیں سنگسار کرایا۔ بلکہ پتھر پھینکنے میں خود بھی حصہ لیا اور یہی نہیں بلکہ اُن کی لاش کو دفن کرنے کی بھی ممانعت کی اور اس کے علاوہ اُن کے اہل و عیال کو نہایت سختی سے قید کر کے خوست سے روسی سرحد کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اور ان کا تمام مال و متاع اُن سے چھین لیا گیا اور امیر صاحب نے ان غریب مزاج انسانوں کا اتنا بھی لحاظ نہ کیا جیسا کہ عید الضحیٰ کی تقریب پر انھوں نے گائے کا کیا۔ اور اس کے بعد امیر صاحب سے میں نے جواب مانگا تھا۔ کہ وہ اس بات پر روشنی ڈالیں تا کہ وہ حیرانی اور تعجب جو کہ ملک ہند میں امیر صاحب کی اس بے تعصبی کی وجہ سے پھیل رہا ہے وہ دور ہو۔ کیونکہ لوگ سخت حیرت میں ہیں کہ وہاں تو وہ سنگدلی اور یہاں یہ بے تعصبی اور صرف ہندوستانی پبلک میں ہی یہ بات تعجب کی نظروں سے نہیں دیکھی گئی بلکہ میرے مضمون کے بعد ایک انگلش لیڈی نے بھی ایک پرزور آرٹیکل سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شائع کرایا اور اس میں امیر صاحب کی اس بے تعصبی پر سخت حیرت ظاہر کی اور لکھا کہ یہ بات ماننے کے قابل نہیں کہ امیر صاحب ہندوستان میں اس قدر بے تعصبی دکھلائیں اور اپنے ملک میں وہ ظلم کہ میرے سامنے وہاں دو آدمی صرف اس لئے سنگسار کئے گئے کہ امیر صاحب سے کچھ مذہبی اختلاف رکھتے تھے۔ اور جو زمانہ کہ وہ انگلش لیڈی بتاتی ہے قریباً وہی ہے جس میں کہ عبد الرحمن اور صاحبزادہ عبد اللطیف شہید کئے گئے تھے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں شخص جن کا وہ حوالہ دیتی ہے مولوی عبد الرحمن اور صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب ہی ہیں مگر ان دونوں مضمونوں کا جواب امیر صاحب نے کوئی نہ دیا۔ اور وہ الزام جو کہ ان پر لگائے گئے تھے اُن کا رد قطعاً نہیں کیا اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اسی بات پر ایک مضمون پایونیر میں شائع کیا لیکن اسپر بھی وہی خاموشی رہی جو کہ پہلے دو مضمون پر تھی۔ مگر باوجود امیر صاحب کی اس خاموشی کے۔ ایک سرحدی مولوی صاحب ان کی طرف سے میرے مضمون کا جواب دیتے ہیں اگرچہ مجھکو راقم مضمون کے سرحدی ہونے میں تو کچھ شبہ ہی ہے کیونکہ اس اخبار کے ساتھ جس میں کہ میرے مضمون کا جواب دیا گیا ہے (سراج الاخبار جہلم) مولوی کرم الدین بہت کچھ تعلق رکھتے ہیں جن کے خیال میں جھوٹ بولنا کچھ بڑی بات نہیں کیونکہ پیچھے ایک مقدمہ ہوا تھا کہ جس میں کہ مولوی کرم الدین صاحب نے جھوٹ کی تائید میں بہت کچھ زور لگایا تھا۔ مگر اس مضمون کا راقم کوئی ہو اس سے ہمیں بحث نہیں۔ سوال یہ ہے کہ امیر صاحب کی طرف سے ان سرحدی مولوی صاحب کو جواب دینے کا کوئی حق تھا اگر میرے مضمون کے جواب دینے کا بہت ہی شوق تھا تو خود اپنی طرف سے جو چاہتے لکھتے مگر یہ کہنا کہ امیر صاحب کی طرف سے ایک گستاخ مرزائی کو جواب کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ امیر صاحب تو کہیں کلکتہ یا بمبئی میں سیر و تماشہ دیکھ رہے تھے ان کو اس مضمون سے کیا غرض۔ مگر بہر حال ہم اس مضمون کا جواب دیتے ہوئے اس بات کو مان لیتے ہیں کہ امیر صاحب کی طرف سے یا ان کے ایما سے یا اُن کے اعتقاد کے موافق یہ جواب دیا گیا ہے۔

پہلی بات جو راقم مضمون نے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ امیر صاحب پر اعتراض کرنے والے شخص نے یعنی میں نے صرف قرآن و حدیث سے بیخبر ہونے کی وجہ سے یہ اعتراض کیا ہے کہ باوجود اسکے کہ امیر صاحب اپنے آپ کو سب فرقوں کے لئے یکساں مہربان بتاتے ہیں صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کو کیوں قتل کیا گیا۔ کیونکہ انھوں نے یہ کام مخبر صادق کی پیشگوئی کے عین مطابق کیا تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں آتا ہے۔ کہ عن علی رض سمعت النبی صلعم یقول سیخرج قوم فی آخر الزمان حداث الاسنان سفہاء الاحلام یقولون من خیر قول البریة لا یجاوز ایمانھم حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیة فاینما لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرا لمن قتلھم یوم القیامة ۰ یعنی علی رض سے روایت ہے۔ کہ قریب ہے ایک قوم آخر زمانہ میں پیدا ہو گی جو کم عمر ناقص العقل ہو گی۔ ظاہر میں تو وہ ایسا کلام پڑھینگے جو تمام دنیا کے کلاموں سے اچھا ہے۔ مگر اصل میں اُن کے حنجروں سے نیچے ایمان نہیں اُترے گا وہ دین سے اس طرح دور نکل جاوینگے جیسے کہ تیر شکار کے جانور میں سے نکل جاتا ہے پس تم ان کو جہاں پاؤ قتل کرو کیونکہ انکے قتل کرنے کی وجہ سے قاتل کو قیامت کے دن ثواب ہو گا۔ اور اس حدیث کو احمدی فرقہ پر چسپاں کر کے سرحدی مولوی ظاہر کرتا ہے کہ یہ قتل تو عین مطابق منشاء خدا اور رسول ہوا ہے اور در حقیقت یہ لوگ اسی قابل ہیں کہ جہاں ملیں قتل کر دئے جاویں۔

ان کے نشانات میں سے راقم مضمون ایک یہ بھی نشان بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ ایسی نماز پڑھینگے کہ تم لوگ (صحابہ) اپنی نماز کو اُن کی نماز کے آگے حقیر جانو گے اور یہ لوگ قرآن شریف پڑھینگے مگر وہ ان کے نرخروں کے نیچے نہیں اُترے گا۔ جیسا کہ ابو سعید رض کی حدیث میں آیا ہے۔ اور پھر یہ بھی لکھتا ہے کہ چونکہ یہ لوگ ہماری نمازوں سے اچھی نمازیں پڑھتے ہیں اس لئے معلوم ہوا۔ کہ در حقیقت احمدی فرقہ ہی اس حدیث کا مصداق ہے۔ اور جو کچھ امیر صاحب نے کیا وہ ٹھیک کیا۔ مگر افسوس کہ راقم مضمون کو اس مضمون کے لکھتے ہوئے بوجہ اس بغض و عناد کے جو کہ یہ لوگ احمدیوں سے رکھتے ہیں حضرت علی رض کی حدیث کا پہلا حصہ بھول گیا۔ کہ میں آسمان سے نیچے گر پڑنا اچھا سمجھتا ہوں بہ نسبت اسکے کہ نبی کریم پر جھوٹ باندھوں . . . .

. . . . اور وہ حدیث بھی بھول گئی جو کہ صحیح بخاری کتاب العلم میں سلمہ بن اکوع

قابل ہیں اس لئے یہ لوگ ہمکو کافر دجال اور مرتد کہتے ہیں اور ہماری جان کے درپے رہتے ہیں جیسا کہ صاحبزادہ عبداللطیف کا واقعہ ظاہر کرتا ہے۔ اور پھر عبدالرحمن کا واقعہ اس کی اچھی طرح سے تائید کرتا ہے۔

اب میں دوسری بات کو لیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ سرحدی مولوی صاحب اپنی تائید میں یہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ نمازیں ہم سے اچھی پڑھتے ہیں الخ۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب قرآن شریف سب سے عمدہ جانتے ہیں اور ان جیسے لکات کوئی سمجھا ہی نہیں اور اسکے لئے مجھکو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی مسعود مانتے ہیں پس آپ لوگ جو عقیدہ قرآن کے فہم کے متعلق مسیح و مہدی کی نسبت رکھتے ہیں وہی ہم مرزا صاحب کی نسبت رکھتے ہیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ وہ مسیح مہدی نہیں ہیں تو یہ ایک دوسرا سوال ہوگا اور بہر حال جب ہم ان کو مانتے ہیں کہ وہ مسیح و مہدی ہیں تو وہی درجہ ان کو دینگے جو کہ خدا اور رسول نے ان کے لئے مقرر کیا ہے۔

پھر سرحدی مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے مطابق چونکہ صاحبزادہ عبداللطیف اور مولوی عبدالرحمن صاحب کو قتل کیا گیا تھا اس لئے بہت عمدہ کام ہوا۔ مگر میں پیچھے ثابت کرچکا ہوں کہ یہ حدیث پوری ہوچکی ہے۔ اور صحابہ اور محدثین کا یہی مذہب ہے پس اس حدیث کی آڑ لیکر ایک مسلمان کو قتل کرنا جو کہ نمازیں پڑھتا ہو روزہ رکھتا ہو اور کلمہ شریف پڑھتا ہو اس آیت کا مصداق بننا ہے کہ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ ہم آپ کو مسلمان ہی نہیں مانتے تو پھر اس حدیث کے مطابق وہ قتل ناجائز اور قابل مواخذہ ہوتا ہے کہ جو کوئی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اس کو قتل نہ کرو۔

پھر سرحدی مولوی صاحب آگے چلکر لکھتے ہیں کہ سردار نصراللہ خان کو مولوی عبداللطیف نے اپنے عقیدہ کے متعلق رسائل بھیجے اور اس طرح افغانستان میں فتنہ برپا کرتا جاتا تھا مگر ان کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ہرگز ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ نبی کریم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مجھ سے بات سنے وہ غائبوں کو پہنچا دے اور اسی طرح ابوذر کی یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ اگر میری گردن پر تلوار رکھی جاوے اور مجھکو خیال آئے کہ کوئی ایسی بات رہ گئی ہے جو میں نے نبی کریم سے سُنی تھی اور لوگوں تک نہیں پہنچائی تو میں پیشتر اسکے کہ تلوار چلائی جائے وہ بات سُنا دونگا بس چونکہ حضرت مرزا صاحب کو ہم بوجہ مسیح و مہدی ہونے کے رسول کریم کا نائب مانتے ہیں اس لئے ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ کہ جو بات سُنے وہ دوسروں کے فائدہ کے لئے اُن کو جاکر سُنادے اور صاحبزادہ عبداللطیف نے بغیر اپنی جان کے خوف کے اس حدیث نبوی پر عمل کیا اور وہ سچا نمونہ جو کہ آج سے تیرہ سو سال پہلے صحابہ نے دکھایا تھا۔ وہ اس وقت دکھا کر ثابت کردیا کہ اسلام کی تعلیم ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا کرتی رہتی ہے جو کہ خدا کے حکم کے آگے اپنی جانوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور دوسرے یہ بات قابل غور ہے کہ سردار نصراللہ خان کو اس تعلیم کا پہنچانا کونسا گناہ تھا جبکہ نبی کریم نے قیصر و کسریٰ کو خط لکھے کہ حق کی تابعداری کرو اور پھر اس وقت بھی ہمارے امام ملکہ قیصرہ جو کہ ہزاروں درجہ امیر صاحب سے زیادہ طاقتور اور مالک انگلستان و ہندوستان کی فرمانروا تھیں۔ انھوں نے بجائے نوٹس لینے کے شکریہ کا خط بھیجا بلکہ اس مقدس خط کی ایک کاپی بذریعہ تار کے منگوائی۔ (باقی آئندہ)

ضروری اطلاع

آج ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء کو اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور لاہور میں سخت طاعون کا ذکر ہوا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں چوہے مریں یا اس قسم کے آثار پائے جاویں فوراً ہماری جماعت کے لوگوں کو اسے چھوڑ دینا چاہیئے۔ لاہور کی آبادی پہلے ہی حفظ صحت کے اصولوں کے خلاف ہے۔ ایسے موقعہ پر بے احتیاطی اور غفلت نہیں کرنی چاہیئے۔ خدا کی کتاب سے یہی ثابت ہوتا ہے اور صحابہ کا بھی اسی پر عمل تھا۔ میں نے آپکے ارشاد کا خلاصہ محض احباب کے فایدہ کی نیت سے چھاپ دیا ہے۔ یہ صرف لاہور پر منحصر نہیں ہر احمدی یاد رکھے کہ اگر خدا نخواستہ اس کے گھر میں چوہے مرنے لگیں تو فوراً اُس مکان کو چھوڑ کر کھلے میدانوں میں چلے جانا چاہیئے۔ اور صفائی اور پاکیزگی کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اور ان سب اسباب کے ساتھ توبہ استغفار اور پاک تبدیلی کرتے ہوئے دعاؤں میں لگے رہے خود حضرت مسیح موعود بھی اپنی جماعت کے لئے ایسی دعائیں کر رہے ہیں ——— (ایڈیٹر)

الخطبة

ہمارے ایک مکرم دوست کو جو قوم کے سید ہیں۔ اور ایک ریاست میں ایک معزز عہدے پر ممتاز ہیں اور اس سلسلہ میں اول درجہ کے مخلصین میں سے ہیں۔ اور ان کو حضرت بہت محبت اور دلی تعلق سے دیکھتے ہیں ان کو ایک ضرورت شرعی یعنے حصول اولاد کے لئے دوسری شادی کی ضرورت ہے۔ اور خود حضرت اقدس **مسیح موعود علیہ السلام** کا منشا ہے کہ وہ اس غرض کے واسطے دوسری شادی کریں اور حضور ہی کی اجازت سے سید موصوف نے میرے پاس ذکر کیا ہے کہ بذریعہ اخباروں کے واسطے مناسب جگہ کی تلاش کی جاوے حضرت اقدس نے بھی خود عاجز کو بھی زبانی فرمایا ہے کہ اس معاملہ میں کوشش کروں اس واسطے تمام خط و کتابت میرے نام ہونی چاہیے۔ یا حضرت کے نام کیونکہ آخری فیصلہ حضرت اقدس کے حکم سے ہوگا۔ ایڈیٹر بدر

طاعون

طاعون امسال نہایت ہی خطرناک طریق پر ترقی کر رہا ہے۔ اور آسمان کی جو حالت ہے وہ بہت ڈرانے والی ہے۔ یہ دن ہوتے تھے کہ **دھوپ** کی حدت سے طاعونی وارداتوں میں کمی شروع ہوجاتی تھی لیکن آسمان پر بادل ایسے محیط ہوئے ہیں کہ ایک دن اگر مطلع صاف ہے تو دوسرے دن غلیظ بادل اور سرد ہوائیں ڈسمبر اور جنوری کے مہینوں کو یاد دلاتی ہیں اللہ تعالیٰ اپنی عاجز مخلوق پر رحم فرمائے۔ ایسی حالت اور صورت میں مَیں نے ضروری سمجھا ہے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ اشتہار ایک مرتبہ پھر شائع کردوں جو حضور نے اُس وقت شائع کیا تھا جب پنجاب میں طاعون پھیلی نہ تھی۔ اگر خدا تعالیٰ کے **صادق** موعود کی تکذیب نہ کی جاتی اور اُن ہدایات پر عمل کیا جاتا جو قبل از وقت بتائی گئی تھیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید تھی کہ یہ عذاب الٰہی دور ہوجاتا جب کہ خود **الہام الٰہی** میں موجود تھا۔ اب جبکہ حالت خطرناک ہوگئی ہے کیا عجب اس اشتہار کے پڑھنے سے بہت سی روحوں کو فائدہ پہنچ جاوے اور ہزاروں جانیں بچ جاویں*

یہ اشتہار ہماری جماعتیں اپنے اپنے شہروں اور محلوں اور گاؤں۔ احباب۔ رشتہ داروں میں کسی نہ کسی طرح پہنچاویں خواہ چھپوا کر شائع کردیں یا پڑھکر سناویں بہرحال جسطرح ممکن ہو اس کی تبلیغ کردیں اگرچہ عذاب الٰہی نازل ہوچکا ہے لیکن غالبٌ علیٰ امرہ خدا ابھی تبدیلی کرنیوالوں پر اپنا رحم کرنے پر قادر ہے۔ میں نے خود متاثر ہوکر اس اشتہار کو درج کیا ہے اور اسی نیت سے درج کیا ہے کہ کسی کو فائدہ پہنچ جاوے اور اسکے ساتھ ہی میں حوادثات پلیگ کے متعلق وہ تحریریں بھی شائع کرتا ہوں جو اب شائع ہورہی ہیں* تاکہ معلوم ہو کہ پلیگ کیا کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے وہ سپر حاصل کریں جس کا ذکر اس اشتہار میں ہے اور وہ **پاک تبدیلی** ہے۔ (آمین) اور وہ اشتہار یہ ہے۔

قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ

طاعون

اِس مرض نے جس قدر بمبئی اور دوسرے شہروں اور دیہات پر حملے کئے اور کر رہی ہے اُن کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ دو سال کے عرصے میں ہزاروں بچے اس مرض سے یتیم ہوگئے اور ہزارہا گھر ویران ہوگئے۔ دوست اپنے دوستوں سے اور عزیز اپنے عزیزوں سے ہمیشہ کے لئے جُدا کئے گئے اور ابھی انتہا نہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ہماری گورنمنٹ محسنہ نے کمال ہمدردی سے تدبیریں کیں اور اپنی رعایا پر نظر شفقت کرکے لکھوکھا روپیہ کا خرچ اپنے ذمہ ڈال لیا۔ اور قواعد طبی کے لحاظ سے جہاں تک ممکن تھا ہدایتیں شائع کیں مگر اس مرض مہلک سے ابتک بکلی امن حاصل نہیں ہوا بلکہ بمبئی میں ترقی پر ہے اور کچھ شک نہیں کہ ملک پنجاب بھی خطرہ میں ہے۔ ہر ایک کو چاہیئے کہ اس وقت اپنی اپنی سمجھ اور بصیرت کے موافق نوع انسان کی ہمدردی میں مشغول ہو۔ کیونکہ وہ شخص انسان نہیں جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ اور یہ امر بھی نہایت ضروری ہے کہ گورنمنٹ کی تدبیروں اور ہدایتوں کو بدگمانی کی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ غور سے معلوم ہوگا کہ اس بارے میں گورنمنٹ کی تمام ہدایتیں نہایت احسن تدبیر پر مبنی ہیں۔ گو ممکن ہے کہ آئندہ اس سے بھی بہتر تدابیر پیدا ہوں مگر ابھی نہ ہمارے ہاتھ میں نہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں ڈاکٹری اصول کے لحاظ سے کوئی ایسی تدبیر ہے کہ جو شائع کردہ تدابیر سے عمدہ اور بہتر ہو۔ بعض اخبار والوں نے گورنمنٹ کی تدابیر پر بہت کچھ جرح کیا۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ اُن تدابیر سے بہتر کونسی تدبیر پیش کی۔ بے شک اس ملک کے شرفا اور پردہ داروں پر یہ امر بہت کچھ گراں ہوگا کہ جس گھر میں بلا طاعون نازل ہو تو گو ایسا مریض کوئی پردہ دار جوان عورت ہی ہو تب بھی فی الفور وہ گھر والوں سے الگ کرکے ایک علیحدہ ہوادار مکان میں رکھا جائے جو اُس شہر یا گاؤں کے بیماروں کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہو۔ اور اگر کوئی بچہ بھی ہو تو اُس سے بھی یہی معاملہ کیا جائے اور باقی گھر والے بھی کسی ہوادار میدان میں چھپروں میں رکھے جائیں لیکن گورنمنٹ نے یہ ہدایت بھی تو شائع کی ہے کہ اگر اس بیمار کے تعہد کے لئے ایک دو قریبی اُس کے اُسی مکان میں رہنا چاہیں تو وہ رہ سکتے ہیں۔ پس اس سے زیادہ گورنمنٹ اور کیا تدبیر کرسکتی تھی کہ چند آدمیوں کو ساتھ رہنے کی اجازت بھی دیدے اور اگر یہ شکایت ہو کہ کیوں اُس گھر سے نکالا جاتا ہے اور باہر جنگل میں رکھا جاتا ہے تو یہ ایک احمقانہ شکوہ ہے۔ مَیں یقیناً اس بات کو سمجھتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ ایسے خطرناک امراض میں مداخلت بھی نہ کرے تو خود ہر ایک انسان کا ایمان ہم وہی کام اُس سے کرائیگا جس کام کو گورنمنٹ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ مثلاً ایک گھر میں جب طاعون سے مرنا شروع ہو تو دو تین موتوں کے بعد گھر والوں کو ضرور فکر پڑے گا کہ اس منحوس گھر سے جلد نکلنا چاہیئے۔ اور پھر فرض کرو کہ وہ اُس گھر سے نکلکر محلہ کے کسی اور گھر میں آباد ہوئے اور پھر اس میں بھی یہی آفت دیکھینگے تب ناچار اُن کو اُس شہر سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔ مگر یہ تو شرعاً بھی منع ہے کہ وبا کے شہر کا آدمی کسی دوسرے شہر میں جاکر آباد ہو۔

یا بہ تبدیل الفاظ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا کا قانون بھی کسی دوسرے شہر میں جانے سے روکتا ہے۔ تو اس صورت میں بجز اس تدبیر کے جو گورنمنٹ نے پیش کی ہے کہ اسی شہر کے کسی میدان میں وہ لوگ رکھے جائیں اور کونسی نئی اور عمدہ تدبیر ہے جو ہم نعوذ باللہ اُس خوفناک وقت میں اپنی آزادگی کی حالت میں اختیار کرسکتے ہیں۔ پس نہایت افسوس ہے کہ نیکی کے عوض بدی کیجاتی ہے اور ناحق گورنمنٹ کی ہدایتوں کو بدگمانی سے دیکھا جاتا ہے۔ ہاں یہ ہم کہتے ہیں کہ ایسے وقت میں ڈاکٹروں اور دوسرے افسروں کو جو ان خدمات پر مقرر ہوں نہایت درجہ کے اخلاق سے کام لینا چاہیئے اور ایسی حکمت عملی ہو کہ پردہ داری وغیرہ امور کے بارے میں کوئی شکایت بھی نہ ہو اور ہدایتوں پر عمل بھی ہو جائے۔ اور مناسب ہوگا کہ بجائے اس کے کہ حکومت اور رعب سے کام لیا جائے ہدایتوں کے فوائد دلوں میں جمائے جائیں تا بدگمانیاں پیدا نہ ہوں اور مناسب ہے کہ بعض خوش اخلاق ڈاکٹر واعظوں کی طرح مرض پھیلنے سے پہلے دیہات اور شہروں کا دورہ کرکے گورنمنٹ کے مشفقانہ منشا کو دلوں میں جمادیں تا اس نازک امر میں کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔

واضح رہے کہ اس مرض کی اصل حقیقت ابھی تک کامل طور پر معلوم نہیں ہوئی اس لئے تدابیر اور معالجات میں بھی ابتک کوئی کامیابی معلوم نہیں ہوئی۔ مجھے ایک روحانی طریق سے معلوم ہوا ہے کہ اس مرض اور مرض خارش کا مادہ ایک ہی ہے۔ اور مَیں گمان کرتا ہوں کہ غالباً یہ بات صحیح ہوگی کیونکہ مرض جرب میں یعنے خارش میں ایسی دوائیں مفید پڑتی ہیں جن میں کچھ پارہ کا جزو ہو یا گندھک کی آمیزش ہو۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی دوائیں اس مرض کے لئے بھی مفید ہوسکیں اور

یعنیکہ دونوں مرضوں کا مادہ ایک ہے تو کچھ تعجب نہیں کہ خارش کے پیدا ہونے سے اس مرض میں کمی پیدا ہو جائے - یہ روحانی قواعد کا ایک راز ہے جس سے ہمنے فایدہ اٹھایا ہے - اگر تجربہ کرنے والے اس امر کی طرف توجہ کریں اور ٹیکا لگانیوالوں کی طرح بطور حفظ ما تقدم ایسے ملک کے لوگوں میں جو خطرہ طاعون میں ہوں خارش کی مرض پھیلا دیں تو میرے گمان میں ہے کہ وہ مادہ اس راہ سے تحلیل پا جائے اور طاعون سے امن رہے - مگر حکومت اور ڈاکٹروں کی توجہ بھی خدا تعالیٰ کے ارادے پر موقوف ہے - میں نے محض ہمدردی کی راہ سے اس امر کو لکھدیا ہے - کیونکہ میرے دل میں یہ خیال ایسے زور کے ساتھ پیدا ہوا جسکو میں روک نہیں سکا -

اور ایک ضروری امر ہے جسکے لکھنے پر میرے جوش ہمدردی نے مجھے آمادہ کیا ہے - اور میں خوب جانتا ہوں کہ جو لوگ روحانیت سے بے بہرہ ہیں اسکو ہنسی اور ٹھٹھے سے دیکھینگے مگر میرا فرض ہے کہ میں اسکو **نوع انسان کی ہمدردی کے لئے ظاہر کروں اور وہ یہ ہے کہ آج ۶ فروری ۱۸۹۸ء روز یکشنبہ ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے**

میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آیندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلیگا یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلیگا - لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا - اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے **اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ**[1] یعنے جب تک دلوں کی وبا معصیت دور نہ ہو تب تک ظاہری وبا بھی دور نہیں ہو گی - اور در حقیقت دیکھا جاتا ہے کہ ملک میں بدکاری کثرت سے پھیل گئی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو کر ہوا و ہوس کا ایک طوفان برپا ہو رہا ہے - اکثر دلوں سے اللہ جل شانہ کا خوف اٹھ گیا ہے اور وباؤں کو ایک معمولی تکلیف سمجھا گیا ہے جو انسانی تدبیروں سے دور ہو سکتی ہے - ہر ایک قسم کے گناہ بڑی دلیری سے ہو رہے ہیں - اور قوموں کا ہم ذکر نہیں کرتے وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں ان میں سے جو غریب اور مفلس ہیں اکثر ان میں سے چوری اور خیانت اور حرام خوری میں نہایت دلیر پائے جاتے ہیں - جھوٹ بہت بولتے ہیں اور کئی قسم کے خسیس اور مکروہ حرکات ان سے سرزد ہوتے ہیں اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں - نماز کا تو کیا ذکر کئی کئی دنوں تک منہ بھی نہیں دھوتے اور کپڑے بھی صاف نہیں کرتے - اور جو لوگ امیر اور رئیس اور نواب یا بڑے بڑے تاجر اور زمیندار اور ٹھیکہ دار اور دولتمند ہیں - وہ اکثر عیاشیوں میں مشغول ہیں اور شرابخوری اور زناکاری اور بد اخلاقی اور فضول خرچی ان کی عادت ہے اور صرف نام کے مسلمان ہیں اور دینی امور میں اور دین کی ہمدردی میں سخت لاپرواہ پائے جاتے ہیں -

اب چونکہ اس الہام سے جو ابھی میں نے لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیر معلق ہے اور توبہ اور استغفار اور نیک عملوں اور ترک معصیت اور صدقات اور خیرات اور پاک تبدیلی سے دور ہو سکتی ہے - لہذا تمام بندگان خدا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سچے دل سے نیک چلنی اختیار کریں اور بھلائی میں مشغول ہوں اور ظلم اور بدکاری کے تمام طریقوں کو چھوڑ دیں - مسلمانوں کو چاہیئے کہ سچے دل سے خدا تعالیٰ کے احکام بجا لاویں - نماز کے پابند ہوں - ہر ایک فسق و فجور سے پرہیز کریں - توبہ کریں اور نیک بختی اور خدا ترسی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں - غریبوں اور ہمسایوں اور یتیموں اور بیواؤں اور مسافروں اور درماندوں کے ساتھ نیک سلوک کریں اور صدقہ اور خیرات دیں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور نماز میں اس بلا سے محفوظ رہنے کے لئے رو رو کر دعا کریں - پچھلی رات اٹھیں اور نماز میں دعائیں کریں - غرض ہر ایک قسم کے نیک کام بجا لائیں اور ہر قسم کے ظلم سے بچیں اور اس خدا سے ڈریں کہ جو اپنے غضب سے ایک دم میں ہی دنیا کو ہلاک کر سکتا ہے - میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ یہ تقدیر الٰہی ہے کہ جو دعا اور صدقات اور خیرات اور اعمال صالحہ اور توبہ نصوح سے ٹل سکتی ہے - اس لئے میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ میں عام لوگوں کو اس سے اطلاع دوں یہ بھی مناسب ہے کہ جو کچھ اس بارے میں گورنمنٹ کی طرف سے ہدایتیں شائع ہوئی ہیں خواہ نخواہ ان کو بدظنی سے نہ دیکھیں بلکہ گورنمنٹ کو اس کاروبار میں مدد دیں اور اس کے شکر گذار ہوں کیونکہ سچ یہی ہے کہ یہ تمام ہدایتیں محض رعایا کے فائدے کے لئے تجویز ہوئی ہیں اور ایک قسم کی مدد بھی ہے کہ نیک چلنی اور نیک بختی اختیار کر کے اس بلا کے دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے دعائیں کریں تا یہ بلا رک جائے یا اس حد تک نہ پہنچے کہ اس ملک کو فنا کر دیوے - یاد رکھو کہ سخت خطرے کے دن ہیں اور بلا دروازے پر ہے - نیکی اختیار کرو اور نیک کام بجا لاؤ - خدا تعالیٰ بہت حلیم ہے - لیکن اس کا غضب بھی کھا جانے والی آگ ہے اور نیک کو خدا تعالیٰ ضائع نہیں کرتا **مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ** -

بترس اے از خدائے بے نیاز و سخت قہارے
نہ پندارم کہ بد بیند خدا ترسے نکو کارے
مرا باور نمی آید کہ رسوا گردد آں مردے
کہ می ترسد ازاں یارے کہ غفارست و ستارے
گر آں چیزے کہ می بینم عزیزاں نیز دیدندے
ز دنیا توبہ کردندے بچشم زار و خونبارے
خور تاباں سیہ گشت است از بدکاری مردم
زمیں طاعون ہمی آرد پئے تخویف و اندارے
بہ تشویش قیامت ماند ایں تشویش گر بینی
علاجے نیست بہر دفع آں جز حسن کردارے
نشاید تافتن سر زاں جناب عزت و غیرت
کہ گر خواہد کشند در یکدمے چوں کرم بیکارے
من از ہمدردی ات گفتم تو خود ہم فکر کن بارے
خرد از بہر ایں روز است اے دانا و ہشیارے

تاریخ طبع اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء

دعا کی درخواست

مفصلۂ ذیل احمدی میڈیکل سٹوڈنٹس اپنے آخری امتحان میں ۲ اپریل سے شامل ہونگے - ہر ایک احمدی بھائی سے مودبانہ گذارش ہے کہ وہ ان طلبا کی کامیابی کیواسطے خود بھی خداوند کریم کی درگاہ میں دعا کرے اور دوسروں کو بھی کہے - (۱) سید غلام دستگیر - (۲) بابو محمد امین (۳) حسن علی - عبدالسلام - حسن علی میڈیکل سٹوڈنٹ ۱۳ میڈیکل کالج بورڈنگ ہوس -

[1] یہ فقرہ انہ اوی القریۃ - اب تک اسکے معنے میرے پر نہیں کھلے - اور رویا عام وبا پر دلالت کرتی ہے مگر بطور تقدیر معلق - منہ

آریہ سماج اور فحش نویسی

کچھ عرصہ گذرتا ہے کہ اخبارات ہندوستانی و ایڈووکیٹ کے معزز ایڈیٹر گنگا پرشاد ورما نے آریہ سماج کے لیڈنگ ممبرز کو آریہ سماج کے اس لٹریچر کی طرف توجہ دلائی تھی جو مختلف مذاہب کے خلاف اس کی طرف سے شایع ہوتا ہے۔ اور اس نے اس سخت زبانی اور درشت کلامی کی اصلاح کرنی چاہی تھی جو آریہ سماج کے بعض بڑے جوشیلے مقرر یا نوآموز مصنف استعمال کرتے ہیں مگر افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ آریہ سماج نے اس قابل قدر مشورہ کی کوئی قدر نہیں کی بلکہ مسٹر گنگا پرشاد ورما کو بھی اس وقت کچھ الٹی سیدھی سنادی تھیں۔ آریہ سماج کی اس راست بیانی کو آریہ سماج کی ذمہ وار سبھاؤں یا سوسائٹیوں سے میں اس لئے منسوب کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ جو لوگ ایسی فحش اور ناپاک تحریریں شائع کرتے ہیں ان کے خلاف کبھی کسی ذمہ وار سوسائٹی نے پروٹسٹ نہیں کیا بلکہ ان کے اخبارات اور رسالجات ایسے لوگوں کی پیٹھ بھرنے کو ہمیشہ آمادہ اور مستعد پائے گئے ہیں۔ اس وقت تک آریہ سماج ہی ایک ایسی سوسائٹی ہے جس کے واعظوں کے خلاف یہ الزام صحیح پایا گیا ہے سالانہ جلسوں پر ان کی بھجن منڈلیاں بہ استثنائے بعض دل آزار بھجنوں کو اپنے جلسے کی رونق سمجھتی ہیں۔ اور ان کے سپیکر اپنی تقریر کا مشتعل ہونا اپنی کامیابی کا ذریعہ یقین کرتے ہیں اور وقتاً فوقتاً گورنمنٹ کو بھی ان پر نوٹس لینا پڑا ہے۔ یوگندر پال جو بہت ہی زبان دراز اور مشتعل تقریریں کرنے کا عادی ہے ضلع گورداسپور میں تقریر کرنے سے روکا گیا۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ آریہ سماج بجائے اصلاح کرنے کے اور جوش پھیلاتی ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں اعتدال پیدا کرے؟ اور کیا آریہ سماج کے لیڈر اپنا اتنا بھی اثر نہیں رکھتے کہ وہ ایسے زبان دراز آدمیوں کو بجائے خود تنبیہ کریں تاکہ وہ سوسائٹی کے بدنام کرنے والے نہ ٹھیریں مگر نہیں معلوم آریہ سماج کیوں ایسی باتوں پر نوٹس نہیں لیتی یا اس کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ آریہ سماج اگر اپنے مذہب میں کوئی خوبی رکھتی ہے تو ایسے علمی اور عملی رنگ میں متانت کے ساتھ پیش کرنے کا پورا حق اور اختیار رکھتی ہے اور گورنمنٹ نے آزادی دے رکھی ہے۔ ایسا ہی شرافت اور قابلیت کے ساتھ وہ دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی بھی کر سکتی ہے لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ نکتہ چینی نہایت ہی فحش اور مذموم طریق پر ہو۔ پچھلے دنوں آگرہ میں اسی قسم کی فحش نویسی کا ایک مقدمہ ہو چکا ہے اور آریہ سماج کے لئے وہ قابل عبرت ہونا چاہیئے تھا۔ مگر نہیں ان مہاشوں نے اس کو غیر ضروری سبق سمجھا۔ اور اپنی کامیابی اسی میں تصور کی کہ پہلے سے زیادہ **فحش نویسی** سے کام لیا جاوے چنانچہ آگرہ سے ایک خاص اخبار **مسافر** نام پر اب زیر دفعہ ۲۹۲ تعزیرات ہند بالزام فحش نویسی گورنمنٹ کی طرف سے ایک مقدمہ چلایا گیا ہے یہ اخبار لیکھرام آریہ مقتول کی یادگار سمجھا جاتا تھا۔ اور اس اخبار کے طرز تحریر کو تعجب ہے آریہ سماجیوں نے قابل تعریف قرار دیا تھا۔ گویا لیکھرام کی یادگار بجز فحش نویسی کے اور کچھ نہیں دلآزار تحریریں خصوصاً مسلمانوں کے خلاف شائع کرنا اس کا اصلی مقصد سمجھا گیا تھا۔ اور باوجودیکہ وہ اپنے نامناسب رویہ سے واقف تھا اور اس کے سامنے آگرہ ہی میں اس طریق پر بعض کو سزا ہو چکی تھی۔ مگر اس کی دیدہ دلیری دیکھو کہ اُس نے اپنے طرز تحریر کو نہیں بدلا۔ اس لیے گورنمنٹ کا فرض ہونا چاہیئے تھا کہ وہ ایک کمزور افراد رعایا کے مذہبی جذبات کا خیال اور حفاظت کرے۔ اور اسی بنا پر یہ مقدمہ چلایا گیا ہے۔ سید حبیب اللہ جائنٹ مجسٹریٹ صاحب آگرہ کے حضور یہ مقدمہ ہے۔ نتیجہ سے اطلاع دیجاوے گی۔ اس وقت پنجاب اور صوبجات متحدہ کی آریہ سماجوں کو بالاتفاق مناسب ہے کہ وہ اس اخبار کے لئے ملامت کا ووٹ پاس کریں جن سے اپنے طرز تحریر سے اپنی سوسائٹی کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔

اگرچہ یہ سچ ہے کہ **مسافر** کی مشکلات اس کی اپنی پیدا کردہ اور اُس کی بے اعتدالیوں کا نتیجہ ہیں اور شاید اسی وجہ سے ہم کو کوئی افسوس نہیں ہوگا اور وہ اس کو اپنے کرموں کا پھل سمجھے گا۔ مگر اس سے ایک عجیب نتیجہ اس اصول پر برآمد ہو سکتا ہے کہ کم از کم وہ کام جو مسافر کر رہا تھا۔ **پرماتما** کی نظر میں سخت معیوب اور مکروہ تھا اسی لئے اس کی پاداش میں اسے اس مخمصہ میں پھنسنا ضروری ہوا۔ بہرحال مسافر اپنے کئے کو بھگتے گا۔ اور اسے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔ مگر آریہ سماجوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے لٹریچر کی اصلاح کرے اور پنجاب کے بعض **زبان دراز اور منہ پھٹ** رسالوں اور اخباروں کو بھی بطور خود مناسب ہدایت دے۔ کہ وہ اپنے طرز بیان کو بدل دیں ورنہ کیا عجب کہ پنجاب کی گورنمنٹ بھی ایسی تحریروں پر نوٹس لے۔ کیا اچھا ہوتا اگر وہ قانون پاس کر دیا جاتا جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریک کی تھی۔

طاعون اور اس کا علاج

کسی دوسری جگہ میں نے وہ اشتہار چھاپ دیا ہے جو اول ہی اول بطور بیدار کن گھنٹی کے حضرت مسیح موعودؑ نے شایع کیا تھا کاش اس سے فایدہ اٹھایا جاتا اور اسے ہنسی ٹھٹھے میں نہ اُڑایا جاتا۔ پلیگ رپورٹ جو دوسری جگہ دی گئی ہے وہ ظاہر کرتی ہے کہ اس وقت کس شدت کے ساتھ ملک میں یہ عذاب الٰہی نازل ہو رہا ہے اور کس طرح پر پنجاب کے اضلاع میں وہ پودے جو ۱۸۹۸ء میں لگائے جا رہے تھے اب پھل پھول دے رہے ہیں۔ اگرچہ بہت دیر ہو چکی ہے لیکن پھر بھی وقت ہے کہ خدا تعالیٰ کے مامور و رسل کی تکذیب سے زبانیں بند ہو جائیں اور ہنسی ٹھٹھا چھوڑ کر خدا تعالیٰ سے صلح کی جاوے۔ وہ وقت آ چکا ہے کہ سب متفق ہو کر اُٹھیں۔

یا مسیح الخلق عدوانا

جن لوگوں نے اس **مامور** کو قبول کیا ہے وہ زیادہ ذمہ وار ہیں اور خصوصاً ہم جو دوسروں کو پہنچاتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل کے لئے ہمیں سب سے زیادہ دعاؤں اور تبدیلی کی حاجت ہے اور یہی علاج طاعون کا ہے کیونکہ زمینی علاج سب کے سب ناکامیاب ثابت ہو چکے ہیں۔ میں اپنے تمام بھائیوں سے التماس کرتا ہوں کہ ہر ایک اپنے بھائیوں کے لئے دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عذاب سے بچاوے اور شماتتِ اعدا سے محفوظ رکھے۔ آمین